۷۸۶

لاجواب مقالہ

(جوابی حلفنامہ)

درجواب

(سہ حلفی سوالنامہ)

یعنی

(کراچی میں علمائے اسلام کا تحریری مباحثہ)

مؤلف و محلف: تاج المبلغین مولینا تاج الدین صاحب حیدری
مؤسس دار التبلیغ الامامیہ گوجرانوالہ چھاؤنی (پنجاب)

ترتیب و پیشکش: سید نذر حسین شاہ کاظمی ایڈوکیٹ ہائیکورٹ کراچی
(منشی فاضل ـ ایم اے ـ ایل ایل بی)

دفتر اندرون بارہ امام کمپاؤنڈ ـ نشتر روڈ کراچی ـ فون ۲۲۱۱۹۸ (۳ تا ۸ بجے)

ہدیہ: ۳۰ روپے

لاجواب مقالہ

(جوابی حلفنامہ)

در جواب

حلفی سوالنامہ

یعنی

(کراچی میں علمائے اسلام کا تحریری مباحثہ)

مؤلف و محقق: تاج المبلغین مولینا تاج الدین صاحب حیدری
مؤسس دار التبلیغ الامامیہ گوجرانوالہ چھاؤنی (پنجاب)

ترتیب و پیشکش: سید نذیر حسین شاہ کاظمی ایڈوکیٹ ہائیکورٹ کراچی
(منشی فاضل۔ ایم اے۔ ایل ایل بی)

دفتر اندرون بارہ امام کمپاؤنڈ۔ نشتر روڈ کراچی۔ فون ۲۲۱۱۹۸ (۳ تا ۵ بجے)

ہدیہ: ۳۰ روپے



بی بی عالیہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے وکیل
فضیلت مآب جناب تاج المبلغین مولینا تاج الدین صاحب حیدری
مدظلہ العالی جنہوں نے معترضین کے دندان شکن جوابات بصورت جوابی
حلف نامہ (مقالہ) مرتب فرمائے، جو اسی گلدستہ میں ہدیۂ قارئین ہیں۔



وکیلِ اہلِ بیتؑ خادم ملّتِ جعفریہ

سیّد نذیر حسین شاہ کاظمی

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کراچی



دائیں سے بائیں

(۱) جناب سید علی رہبر رضوی ایڈوکیٹ ممبر پینل وکلاء

(۲) جناب مولوی غلام حسین صاحب معاون مولانا تاج الدین صاحب حیدری

(۳) جناب سید اختیار حسین رضوی ایڈوکیٹ ممبر پینل وکلاء

(۴) جناب مولٰینا تاج الدین صاحب الحیدری

(۵) جناب سید نذیر حسین شاہ کاظمی ایڈوکیٹ سربراہ پینل وکلاء

(۶) جناب احمد علی صاحب ایڈوکیٹ ممبر پینل وکلاء

(۷) جناب محمد حسین صاحب جعفری ایڈوکیٹ اوقاف کمشنر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

ماہ جنوری ۱۹۸۳ء سے عروس البلاد کراچی فرقہ وارانہ کشیدگی اور منافرت کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ۱۳ر جون ۱۹۸۳ء کی اخباری خبر ہے کہ ایران وزرایا ختگانِ فسادات کراچی کو رہائی ملی ہے۔ دمِ تحریر حالات کافی بہتر ہیں۔ ماحول اب بھی خوفزدہ ہے، کل کیا ہوگا وقت بتائے گا۔ عمالِ حکومت، عمائدین وزعمائے شہر فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا کرنے میں کوشاں ہیں۔ اب تک لیاقت آباد جسے کراچی کا شورش گرطھ کہنا چاہیے، مسلمانوں کے لیے نشان حسرت بنا ہوا ہے۔ یہاں کیا ہوا؟ اہلِ کراچی ودیگر ہم وطنوں پر ظاہر ہے۔ قریباً ایک درجن شیعہ مساجد اور امام بارگاہیں ہدف تاخت وتاراج ونذرِ آتش ہوئیں۔ بقیاسِ اغلب دوسو سے زائد شیعہ گھروں کو لوٹ لیا گیا بلکہ لوٹ مار کے بعد نذرِ آتش کردیا گیا جس کی بنا پر شیعہ متاثرین علاقہ سے ترکِ سکونت کرکے چلے گئے۔ یہ متروکہ املاک

اور عبادت گاہیں اب بھی حساس ذہنوں اور صلح جو صاحبانِ دل وضمیر کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ کراچی شہر کے متاثرہ علاقہ جات میں متعدد بار کرفیو نافذ ہوا۔ پولیس اور فوج محوِ گشت رہی۔ حالات پر قابو پانے کی کوشش کی گئی۔ انتظامیہ کس حد تک اپنے فرائضِ منصبی سے عہدہ براء ہوئی؟ یہ موضوع یہاں زیرِ بحث لانا مقصود نہیں ہے۔ ان امور کی تفتیش کے لیے کراچی میں ایک تحقیقاتی ٹربیونل کی تشکیل ہوئی جس کے سربراہ مسٹر جسٹس ناصر اسلم زاہد مقرر ہوئے۔ اس فاضل ٹربیونل کی کارروائی کو بھی زیرِ بحث لانا مطلوب نہیں ہے کیونکہ ان عدالتی امور کے بارے میں کوئی رائے کسی غلط تاویل یا ممکنہ غلط فہمی کا موجب ہو سکتی ہے۔ اگر ابلاغِ عامہ کے ذرائع نے مجاز اتھارٹی کے حکم سے تحقیقاتی ٹربیونل کی کارگزاری اور رپورٹ سے پردہ اٹھایا تو تفصیلی نتائج سامنے آئیں گے۔ فاضل جج صاحب موصوف کی رپورٹ بعد اشاعت بحکم مجاز اتھارٹی ہی داستان زبان زد خلائق ہو سکتی ہے جس سے افادہ و عبرت متوقع ہے۔

اس دیباچہ کی تالیف کا مقصد فروغِ اتحاد بین المسلمین ہے نہ کسی کی دل آزاری پیشِ نظر ہے، نہ کسی فرقہ اسلامیہ کی کم مائگی یا بالاتری نفسِ مضمون ہے۔ پاکستان میں فرقہ وارانہ یکجہتی بدرجۂ اتم موجود ہے اور اہلِ خرد نظرِ عمیق رکھتے ہیں۔ البتہ کچھ عناصر ماضی قریب سے سامنے آئے ہیں جن کا کردار مشکوک اور ارادے مذموم نظر آگئے ہیں۔ بر عکس، امن پسند اور بہی خواہِ مملکت یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ آخر اس ہنگامہ آرائی کا کیا جواز ہے، فرقہ وارانہ کشیدگی سے بالآخر کیا حاصل ہوگا؟ یہ امر مسلمہ ہے کہ جب ملک ہنگامہ آرائی، داخلی انتشار اور تخریب کاری کا شکار رہتا ہے تو اندرونِ ملک عدمِ استحکام اور بیرونِ ملک ملی ساکھ کا فقدان

رہتا ہے۔ ہر نمک خوار پاکستانی شہری کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ ان تخریب کاروں اور ملک دشمن عناصر کی نشاندہی کرے اور انتظامیہ کا فرضِ اولین ہے کہ وہ سماج دشمن، ملک دشمن اور اسلام دشمن شرپسندوں کا قلع قمع کرے۔

دہلی اور نیو دہلی کی طرز پر کراچی میں نیو کراچی آباد ہے۔ یہ آبادی ایک کثیر النفوس شہر ہے جو کراچی کے مضافات میں واقع ہے۔ نیو کراچی میں سیکٹر ۱۱۔جی ایک داخلی حصہ ہے۔ یہاں اہلِ تشیع کی مختصر آبادی ہے جنھوں نے ۱۹۵۶ء سے اپنی دینی ضروریات کے لیے ایک قطعہ پلاٹ پر مسجد تعمیر کرلی تھی۔ اس کا نام مسجد سکینہ رکھا گیا۔ ایک امام بارگاہ بھی قائم ہوا جس کا نام امام بارگاہ شاہِ کاظمین رکھا گیا۔ شیعہ آبادی اپنے دینی امور میں ان دو عبادت گاہوں سے استفادہ کررہی تھی۔ اس علاقہ میں گودھرا مسلم شیخ برادری بھی آباد ہے۔ یہ حضرات اہل سنت والجماعت مسلک رکھتے ہیں۔ ہر دو مکاتبِ فکر کے مسلمان، بھائی چارہ کی فضا میں رہائش پذیر تھے۔ برصغیر میں شیعہ سنی صدیوں سے آباد ہیں۔ سنی اکثریت کی آبادیوں میں شیعہ رہتے آئے ہیں اور شیعہ اکثریت کی آبادیوں میں سنی آباد ہیں۔ معمولی کشیدگی ہر معاشرہ، ہر قریہ بلکہ ہر گھر میں موجود ہوتی ہے۔ شیعہ سنی مسالک کے لوگ آپس میں رشتہ داریوں سے تاروپود بنے ہوئے ہیں بلکہ ایک گھر میں خاوند شیعہ ہے تو بیوی سنی۔ بیٹا سنی ہے تو بیٹی شیعہ۔ ددیال شیعہ ہیں تو ننھیال سنی۔ کسی فرقہ کی فقہ تفریع ان رشتہ داریوں اور جداگانہ کیش و مسلک کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ پھر یہ فتنہ کہاں سے اٹھا ہے جو ملک وملت کی بنیادیں ہلا رہا ہے۔ اس فتنہ پرور کی نشاندہی ہو چکی ہے یہ نہ شیعہ ہے نہ سنی۔ یہ فتنہ پرور اسلام کے مشترک ومقدس نام پر تخریب کاری کرتا نظر آتا ہے۔ اس فتنہ پرور کے عزائم کیا ہیں۔ اس فتنہ پرور سے شیعہ بیزار اور سنی

نالاں ہیں۔ اس فتنہ پرور تخریب کار کی بابت حکومت وقت فکر کرے تاکہ نظام اسلام کے نفاذ کی سرگرم کوششیں سبوتاژ نہ ہوں۔ اندرونِ ملک استحکام رہے، بیرونِ ملک ساکھ بڑھے، شیعہ سنی کا اور سنی شیعہ کا لحاظ کرے۔ پڑوسی، پڑوسی کا حق ادا کرے اور اس کے جان ومال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ سادہ لوح مسلمان کسی مفاد پرست کی نصائحِ قبیحہ کا شکار نہ ہوں۔

نیو کراچی سیکٹر ۱۱- جی کی مسجد سکینہ کی معمولی مرمت جاری تھی کہ کچھ مقامی لوگ مزاحم ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ مسجد سکینہ نذرِ آتش کردی گئی اور امام بارگاہ شاہِ کاظمین کو منہدم کر دیا گیا۔ مقامی شیعہ تنظیم انجمن فدایانِ پنجتن کی فریاد درخورِ اعتنا و سماعت نہ سمجھی گئی۔ چنانچہ یہ معاملہ ایک بالغ النظر تنظیم "ہیئت آئمہ مساجد امامیہ" کے سپرد ہوا۔ یہ معزز تنظیم شیعہ علمائے محراب پر مشتمل ہے۔ اس تنظیم نے ایک فریادی احتجاج منعقد کرنے کے لیے نشتر پارک جو ایک عمومی پارک ہے اور اس نوع کے اجتماعات کے لیے مختص ہے، میں جمع ہو کر نمازِ وحدت ادا کرنے کا اعلان کیا۔ مقامی انتظامیہ نے اپنی صوابدید پر پارک کو مقفل کر دیا اور اطراف میں پولیس فورس تعینات کر دی۔ چنانچہ نشتر پارک میں انعقادِ نمازِ وحدت نہ ہو سکا۔ اب شیعہ مجمع امام بارگاہ حضرت علی رضاؑ جو قریب ہی برلب محمد علی جناح روڈ واقع ہے کی جانب آ گیا اور نمازِ وحدت ادا کی گئی۔ حکومت سندھ نے ہیئت آئمہ کے مطالبات صحیح جان کر من وعن منظور کر لیے۔ اس طرح یہ احتجاجی جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ منظور شدہ مطالبات پر کیا گزری، اس کی تفصیل تو نہیں اجمالی تذکرہ انہی اوراق میں کیا جائیگا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اہلِ تشیع نے اس احتجاجی نشست میں نہ تو کوئی توڑ پھوڑ کی نہ فرقہ وارانہ مسئلہ پیدا کیا۔

صرف اتنا کہا کہ احتجاج انتظامیہ کی نااہلی کے بارے میں ہے جس کے باعث شیعہ عبادت گاہیں محفوظ نہیں ہیں اور اس ضمن میں حکومت کو یاد دلانا چاہا کہ جنوری ۱۹۸۲ء کے واقعہ محفل شاہِ خراساں کے بعد حکومت نے اہلِ تشیع کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی تھی۔ واضح رہے کہ واقعہ محفل شاہِ خراساں میں شیعہ مسجد، عزاخانہ اور شبیہہ جنت البقیع کو نقصان پہنچایا گیا تھا اور مسجد میں موجود قرآن مجید کے نسخے بھی نذرِ آتش ہوگئے تھے۔ اس طرح یہ مسئلہ جو نیو کراچی سے متعلق تھا اور ایک مقامی معاملہ تھا خوش اسلوبی سے حل ہوگیا۔ مسجد سکینہ کا پلاٹ مقامی شیعہ انجمن کو الاٹ کر دیا گیا اور امام بارگاہ کے لیے متبادل پلاٹ دیدیا گیا جس پر شیعہ آبادی نے چاردیواری کھڑی کردی جو بعد میں منہدم کردی گئی۔

اب سوادِ اعظم اہلسنت کے بارے میں سنیے۔ دیوبندی مسلک کے حضرات خود کو سوادِ اعظم اہلِ سنت کہتے ہیں۔ بریلوی مسلک کے سنی حضرات بھی سوادِ اعظم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان دو مسالک کے درمیان بھی عقیدے کے اختلافات موجود ہیں لیکن ان کی تفصیل دینا مطلوب نہیں ہے۔ بعض غیر شیعہ مذہبی تنظیمیں حکومت کے منصفانہ فیصلہ سے بلا وجہ ناراض ہوگئیں اور اہلِ تشیع کے خلاف محاذ آرائی شروع کردی۔ انھوں نے کئی ہنگامی جلسے اور کانفرنسیں منعقد کیں، شیعوں کے منظور شدہ مطالبات کو منسوخ کرنے کے لیے حکومت پر زور دیا اور اپنے دس مطالبات پیش کردیے اور بہتر گھنٹے کا نوٹس حکومت کو دیدیا۔ اب حکومت کے لیے صورتِ حال معمہ بن گئی۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ چنانچہ مسجد سکینہ کا الاٹمنٹ منسوخ کردیا گیا بلکہ حسبِ اطلاع بعد میں گودھرا مسلم شیخ جماعت کے حوالے کردیا گیا۔ اہلِ تشیع کے منظور شدہ مطالبات منسوخ ہوجانے کے بعد سوادِ اعظم کی تحریک

زیادہ مُوثر اور جاندار ہو گئی۔ جلسے جلوسوں، کانفرنسوں، اجتماعات، تقاریر کا سلسلہ اور انعقاد زور پکڑ گیا۔ اخباری خبروں اور پوسٹروں نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اس غیظ و غضب کا شکار شیعہ عبادت گاہیں ہو گئیں۔ اہلِ تشیع کی ذاتی املاک کو نذرِ آتش کیا جانے لگا اور شیعوں کے گھروں میں لوٹ مار اور توہین کا بازار گرم ہو گیا۔ کچھ شیعہ افراد بے تقصیر موت کے گھاٹ اتار دیے گئے جن کا تعلق مسجدِ خیر العمل انچولی کے سانحہ سے ہے۔ انچولی کے سانحہ کے ان شیعہ مرحومین کے ایصالِ ثواب کی مجلس مرکزی امام بارگاہ لیاقت آباد میں ۱۸ مارچ ۱۹۸۳ء کو ہونا قرار پائی۔ اس مجلس کا انتظام حسبِ اطلاع تنظیم ہیئتِ آئمہ مساجد الامامیہ نے کیا تھا۔ آغاز مجلس دو بجے دن قرار پایا لیکن یہ مجلس فضائل و مصائب و ایصالِ ثواب برپا نہ ہو سکی۔ کیونکہ غیر شیعہ عناصر نے مرکزی امام بارگاہ کا محاصرہ کر لیا اور حملہ کرنے کی بار بار سعی کی۔ اس طرح صورتِ حال کشیدہ ہو گئی۔ حاضرین مجلس کو رات بھر مرکزی امام بارگاہ میں محصور رہنا پڑا۔ پولیس نے متعدد افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسیرانِ سانحہ مرکزی امام بارگاہ لیاقت آباد کو ۱۳ رجولائی ۱۹۸۳ء کو رہا کر دیا گیا۔ یہ اخباری اطلاع ہے، درست تسلیم کر لینی چاہیے کیونکہ یہ حکومت سندھ کا پریس نوٹ ہے۔ مرکزی امام بارگاہ لیاقت آباد پر جو ہنگامہ آرائی کی گئی اس کے بارے میں حکومت سندھ نے تحقیقاتی ٹریبونل زیرِ صدارت جناب مسٹر جسٹس ناصر اسلم زاہد مقرر کر دیا تھا جس میں طویل کارروائی ہوئی جو قریباً دو ماہ پر محیط تھی۔ اس فاضل ٹریبونل نے اپنی رپورٹ حکومتِ سندھ کو بھیج دی ہے جس کے مندرجات سے ہم بے خبر ہیں۔

مرکزی امام بارگاہ لیاقت آباد کراچی کے سانحہ کی بابت جو تحقیقاتی ٹریبونل مقرر ہوا اس میں مقامی انتظامیہ کے اعلیٰ افسران نے اپنے بیانات قلمبند کرائے تھے

اور شیعہ سنی تنظیموں کی جانب سے بھی گواہان پیشِ عدالت ہوئے۔ دورانِ شہادت شیعہ گواہوں پر فقہی، شرعی اور مذہبی نوعیت کے سوالات کیے جانے لگے جس پر فاضل جج موصوف نے بمسرت چاہا کہ مذہبی نوعیت کے سوالات کے جوابات علمائے فریقین دیں۔ چنانچہ راقم الحروف نے امامیہ کونسل آف پاکستان کی جانب سے چار علمائے شیعہ کے نام پیش کیے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ مولینا تاج الدین صاحب حیدری۔ صدر دار التبلیغ الامامیہ گوجرانوالہ کینٹ۔
۲۔ مولینا آغا سید ضمیر الحسن صاحب نجفی آف احمد پور سیال ضلع جھنگ۔
۳۔ مولینا عبد الکریم مشتاق صاحب مقیم ناظم آباد کراچی۔
۴ مولینا محمد اسحٰق نجفی مقیم محمود آباد کراچی۔

ان علمائے کرام میں سے صرف مولینا تاج الدین صاحب حیدری کو کارِ خاص کے لیے بلایا گیا۔ موصوف ۲۲ اپریل ۱۹۸۳ء کو معہ معاونین سعید و گراں قدر لائبریری کراچی پہنچ گئے۔ اگلے روز فاضل ٹریبونل کو آگاہ کیا گیا کہ شیعہ عالم بنفسِ نفیس موجود کراچی ہیں۔ فریق مخالف (سوادِ اعظم اہلسنت) کے فاضل وکیل (خواجہ شرف الاسلام صاحب) نے فاضل ٹریبونل کو مطلع فرمایا کہ ان کے عالم دین بھی ملتان سے آچکے ہیں لیکن ملتان سے آنے والے سنی عالم دین کا کوئی تحریری حلف نامہ یا جوابی حلف نامہ ٹریبونل کے ریکارڈ پر نہیں آیا اور نہ ہی ان کا نام کسی فریق کے علم میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جج صاحب موصوف نے حکم دیا کہ استفسارات و اعتراضاتِ فریقین جو فقہ شرع سے متعلق ہوں حلف نامہ جات کی صورت میں علمائے دین فرداً فرداً

داخل ٹریبونل کریں تاکہ ان کے جوابات تحریری طور پر مخالف فریقین کے علماء دے سکیں۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ چنانچہ فریقین نے اپنے علمائے دین کے حلف نامہ جات بذریعہ وکلاء داخل ٹریبونل کیے۔ ایک مختصر حلف نامہ (اعتراضات سے مبرا) مولٰینا تاج الدین صاحب حیدری نے مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۸۳ء کو داخل ٹریبونل کیا جو اس مرقعہ میں شامل کیا گیا ہے تاکہ حوالہ کے لیے زیر نظر رہے۔ غیر شیعہ تنظیموں نے بھی اپنے علماء کے حلف نامہ جات داخل کیے۔ کارروائی میں شریک فریقین میں نقول کا تبادلہ ہوا۔

سنی تنظیموں کے معترضین علماء کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ مولٰینا عبد السبحان صاحب القادری۔ صدر تحریک نظام مصطفیٰ کراچی۔
۲۔ مولٰینا محمود سایا الخطیب صاحب۔ نائب صدر جماعت اہلسنت کراچی۔
۳۔ مولٰینا محمد اسفندیار صاحب ناظم اعلیٰ سوادِ اعظم اہلسنت پاکستان جامعہ دارالخیر کراچی۔

مولٰینا تاج الدین صاحب حیدری نے میری معیت میں ہر سہ علمائے مذکورہ کے حلف نامہ جات کا بغور مطالعہ فرمایا اور اعتراضات و استفسارات کا جائزہ لیا۔ معترضین علماء کے علیحدہ علیحدہ تحریری حلف نامہ جات سے لیے گئے اعتراضات شاملِ گلدستہ ہیں اور قارئین کے لیے فکر انگیز ہیں۔

مولانا تاج الدین صاحب حیدری سے رابطہ کی کوشش

راقم الحروف کو جب یہ محسوس ہوا کہ شیعہ عالم دین کی اشد ضرورت ہے تو مولٰینا موصوف سے رابطہ کی کوشش کی گئی۔ ان کا فون نمبر میرے پاس نہ تھا

ٹیلیگرام

سید نذیر حسین شاہ کاظمی ایڈووکیٹ اور مولانا تاج الدین صاحب حیدری کے درمیان رابطہ کی کوشش میں ایک کڑی ہے۔

O 1330 A60 SARGODHA 18 46
TAJUDDIN HAIDERI TRI =
KINDLY REACH KARACHI BY FRIDAY THE 22ND INSTT
MET SYED NAZIR HUSSAIN SHAH ADVOCATE DRIGH
COLONY TO DEFEND THE SHIA RELIGION BEFORE THE
LDGE ALSO LETME KNOW ABOUT YOUR PROGRAME IN
THIS RESPECT =
MAULVI MOLAZIM HUSSAIN AGH+ ASGAR+ ASGHAR BLOCK
NO 19 SAG+ SARGODHA =

اور خط و کتابت سے تاخیر یقینی تھی، فوری رابطہ ضروری تھا۔ لہٰذا مدرسہ محمدیہ سرگودھا میں مولینا ملازم حسین اصغر سے ٹیلیفون پر رابطہ ہوا۔ ان کی معرفت بلوا کر کرنل (ریٹائرڈ) سید شبیر حسین شاہ صاحب سے اس مرحلہ کے بارے میں بات چیت ہوئی۔ مقصد یہ تھا کہ کرنل صاحب موصوف مولینا تاج الدین حیدری سے رابطہ قائم کریں اور کراچی بھجوائیں۔ کرنل سید شبیر حسین صاحب اور مولینا ملازم حسین اصغر صاحب نے مناسب تگ و دو کی۔ ممتاز حسین صاحب جعفری آف وزیر آباد کی وساطت سے مولینا تاج الدین حیدری کو دارالتبلیغ گوجرانوالہ کینٹ میں پیغامات پہنچائے اور ٹیلیگرام وغیرہ بھجوائے۔ ان دنوں میں مولینا تاج الدین حیدری صاحب (حسبِ اطلاع ٹیلیفون) مجالس کے سلسلہ میں ڈیرہ غازیخاں گئے ہوئے تھے۔

مجھے فون پر کرنل شبیر حسین صاحب نے بتایا کہ مولینا تاج الدین حیدری گوجرانوالہ واپس آنے والے ہیں کیونکہ ان کا بشمولِ وفد صدرِ مملکت جناب ضیاء الحق صاحب سے گوجرانوالہ میں ملنے کا پروگرام ہے۔ چنانچہ حسبِ پروگرام صدر مملکت گوجرانوالہ تشریف لائے۔ اس مخصوص تاریخ پر مولینا تاج الدین حیدری بھی واپس گوجرانوالہ پہنچ گئے۔ واضح رہے کہ مولینا تاج الدین حیدری اپنے حلقۂ انتخاب سے منتخب کونسلر بھی ہیں۔ اس ناطہ سے اور معروف شیعہ عالم ہونے کے باعث صدر مملکت سے ان کا ملاقات کا پروگرام مرتب ہو چکا تھا۔ بنا بریں مولینا تاج الدین حیدری، مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ کی سربراہی میں شامل وفد ہو کر صدر مملکت سے قومی مفادات بالخصوص کراچی کے حالیہ فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں مخصوص معروضات پیش کرنا چاہتے تھے۔

اس گلدستہ میں ایک خط شامل ہے۔ میرا یہ خط بقدرِ مضمون مختصر ہے لیکن

کراچی

۱۶-۴-۸۳

قبلہ مولینا تاج الدین حیدری صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم!

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے اور خداوند عالم و چہاردہ معصومین علیہم السلام آپ کو محفوظ و مامون رکھیں۔ اسی خط کے اندر یک خط جس کا مکتوب الیہ کرنل سید شبیر حسین شاہ آف سرگودھا ہے بند ہے اور یہ ملفوفہ اضافی ہے۔ حالات فوٹو سٹیٹ خط سے آپ کو پتہ چل جائیں گے۔ تاکیداً عرض ہے کہ آپ مع حوالہ جات تیار رہیں اور دوسرے ٹیلیفون پر آپ کو مطلع کیا جائیگا کہ کراچی میں آپ کو کس مخصوص تاریخ پر تشریف لانا ہے۔ یہ قومی کام ہے۔ آپ مولینا مرحوم مبلغ اعظم کی جگہ بی بی عالیہ کے وکیل ہیں۔ اس لیے یہ دینی فریضہ واجب ہے مطلق غفلت نہ کریں۔ کراچی میں آپ کی آمد آمد کا شور و غل ہے۔

عدالت کی پیشی کی تاریخ تاحال مقرر نہیں ہوئی۔ دوسرا ٹیلیفون کرنے پر آپ کو براہ راست یا بذریعہ کرنل صاحب موصوف تاریخ مقررہ سے آگاہی ہوگی۔ آپ اپنے ساتھ چاہیں تو ایک معاون لا سکتے ہیں۔ خرچہ ظاہر ہے ہمیں برداشت کرنا ہے۔ اطمینان سے آئیں اور یہ ٹالنے والی

بات نہیں ہے۔ آپ میرے غریب خانہ پر تشریف لا چکے ہیں۔

منجانب احقر سید نذیر حسین شاہ کاظمی

ایڈوکیٹ ہائیکورٹ

مکان نمبر ۲۹ ۱۳/۲ - ربیتہ پلاٹ ڈرگ کالونی

کراچی ۲۵

خط کے مضمون سے موقعہ کی اہمیت و نزاکت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس خط کو سید نذیر حسین شاہ کاظمی ایڈوکیٹ (اپنے لطیف و مخصوص انداز میں) ایک فریادی استغاثہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

کیفیت ایک استغاثہ کی رکھتا ہے۔ میرا یہ خط مولینا تاج الدین حیدری کو مل چکا تھا۔ اس مختصر مکتوب کو پڑھنے جانچنے کے بعد مولینا تاج الدین حیدری پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ان کا کراچی جانا ایک ایسا فریضہ ہے جس سے پہلوتہی کرنا ہر لحاظ سے نامناسب تھا۔ واضح رہے کہ میں نے اپنے خط میں بھی تاکیداً لفظ "فریضہ" تحریر کیا تھا تاکہ مولینا تاج الدین حیدری پر اہمیت واضح ہو، وہ اپنی مصروفیات ترک کر دیں اور عازم کراچی ہوں۔

میرا اضطراب اور
مولینا تاج الدین حیدری کی آمد

(جمعہ ۲۲ر اپریل ۱۹۸۳ء) جب راقم الحروف تحقیقاتی ٹربیونل میں شیعہ عالم کو پیش کرنے کا عہد کر چکا تو میرے دل و دماغ میں اضطرابی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ ایک آدھ دن قبل کرنل سید تجمیر حسین شاہ صاحب نے مجھے فون پر بتایا تھا کہ مولینا موصوف گوجرانوالہ میں نہیں تھے اس ضمن میں کچھ وضاحت اوپر کر دی گئی ہے۔ اس اطلاع پر کہ تاحال کرنل صاحب کا رابطہ مولینا موصوف سے نہیں ہو سکا تھا۔ میں سخت مضطرب ہوا۔ یوم جمعہ کے باعث عدالتی تعطیل تھی۔ میں سنگین تذبذب کا شکار رہا تھا۔ پورا دن فکرمند رہا کہ کل ٹربیونل میں کس عالم دین کے موجود ہونے کی اطلاع دوں گا۔ رات ہو چکی تھی۔ میں متفکر و مضطرب اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا اکیلا سوچ رہا تھا کہ کل ٹربیونل میں کیا کہوں گا۔ عالم دین کو پیش کرنے کا وعدہ کیا جا چکا تھا اور مطلوبہ عالم دین سے رابطہ قائم نہیں ہو سکا تھا۔ رات کے دس بجے کا وقت ہو گا کہ کسی نے ہمارے دروازے پر گھنٹی بجائی۔

میں نے اپنے لڑکے زکی رضا کو دریافت کرنے کے لیے بھیجا تو اس نے واپس آکر بتایا کہ کچھ آدمی ایک سوزوکی گاڑی سے اپنی کتابوں کے کچھ صندوق اتار چکے ہیں اور کچھ اتارے جارہے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ مولینا تاج الدین حیدری کے آدمی ہیں۔ اس اطلاع پر میں خوش تو ہوا لیکن ذرا سوچا کہ صرف کتب ہیں اور مولینا صاحب کے بھیجے ہوئے افراد وقت کی ضرورت سے عہدہ براء نہیں ہو سکیں گے۔ تھوڑی دیر میں تین افراد میرے پاس بالائی منزل پر آپہنچے۔ کتابوں کے صندوق نیچے رکھوا دیے گئے۔ اس صورت حال میں دعا سلام کے بعد جو پہلا سوال میرے ذہن میں مرتب ہوا وہ یہ تھا کہ مولینا تاج الدین حیدری کیوں نہیں آئے۔ یہ تینوں افراد میرے سوال کا مفہوم فوراً سمجھ گئے۔ ان میں سے مولوی غلام حسین نے مسکرا کر بتایا کہ ان کے استاد مولینا تاج الدین حیدری آج رات بذریعہ ہوائی جہاز کراچی پہنچ رہے ہیں۔ آپ ان کے لیے گاڑی اور آدمی بھیجیں جو اُن کو ایئرپورٹ سے گھر پر لے آدیں۔ میں نے اپنے لڑکے زکی رضا اور بھانجے عنایت حسین کو ایئرپورٹ بھیجا۔ بحمد اللہ وہ مولینا موصوف کو لیکر رات کے ایک بجے کے قریب گھر پر آگئے۔ میں جاگ رہا تھا، مولینا کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ میں نے ان کے چہرے پر ایک لمحہ کے لیے نظر جمائی۔ تصور میں مبلغِ اعظم مولوی محمد اسمٰعیل مرحوم کو دیکھا۔ مولینا سے بغلگیر ہو کر میں نے ان کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ میرے بار بار کے شکریہ کہنے پر مولینا صاحب نے کہا کہ میں اپنے قرض کی تکمیل کے لیے آیا ہوں۔ آپ کے خط نے مجھے پابند اور بے قرار کر دیا تھا۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ یہ خط مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ نے پڑھا اور مجھے کراچی جانے کی تاکید کی اور بقیہ مصروفیات ترک کرنے کا حکم دیا۔ میں نے مولینا صاحب سے مختصر

کیفیت رات کے وقت عرض کی اور بتایا کہ کل عدالت میں پیشی نہیں ہے۔ صرف عدالت میں نام بتانا ہے کہ کون شیعہ عالم کشائش عقدہ کے لیے کراچی میں تشریف فرما ہے کہ طلبی پر حاضر ٹریبونل ہو سکتا ہے۔ مولینا صاحب کے تاثرات سے میں نے یہ محسوس کیا کہ ابھی تک محسن قوم شیعہ، مبلغ اعظم محمد اسمٰعیل دیوبندی مرحوم زندہ ہیں۔ یہ امر قابلِ وضاحت ہے کہ میں نے مولینا تاج الدین صاحب حیدری کو (مولینا محمد اسمٰعیل دیوبندی مرحوم کے بعد) بی بی عالیہ سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا[ع] کا وکیل کہا ہے۔ یہ میرا ذاتی اندازِ فکر ہے۔ قارئینِ کرام کی آراء مختلف ہو سکتی ہیں۔

راقم الحروف کے ساتھ امامیہ کونسل کا رابطہ اور شیعہ وکلاء کے پینل کی تشکیل ۱۸ مارچ ۱۹۸۳ء کے سانحہ مرکزی امام بارگاہ لیاقت آباد کے بابت حکومت کے پریس نوٹ مجریہ ۱۹ مارچ ۱۹۸۳ء کے مطابق تحقیقاتی ٹریبونل کی تشکیل ہو چکی تھی اور کارروائی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس اندوہناک سانحہ کے بعد ایک تنظیم بنام شیعہ کونسل کی ہنگامی تشکیل کی خبر بھی اخبارات میں شائع ہو چکی تھی۔ اس شیعہ کونسل میں وکلاء کا پینل بھی مرتب ہوا تھا۔ شیعہ کونسل کی کارگزاری کے بابت کچھ نہ لکھنا ہی بہتر ہے تاکہ باہمی شکوہ و شکایت کا جواز پیدا نہ ہو سکے البتہ کراچی کے معروف شیعہ قانون دان سید صغیر حسین صاحب جعفری جو بذات خود متذکرہ شیعہ کونسل کے نامی گرامی رکن تھے۔ تحقیقاتی ٹریبونل میں فلاح المومنین ٹرسٹ لیاقت آباد (یہ ٹرسٹ مرکزی امام بارگاہ لیاقت آباد کراچی کا نگران ادارہ ہے) کی جانب سے پیش ہوئے لیکن دوسرے دن ٹریبونل کا بائیکاٹ کر دیا۔ اسی طرح حسبِ نقل درخواست زیرِ نظر انجمن فدایانِ پنجتن سیکٹر ۱۱-جی نیو کراچی کے عہدیدار مرزا تقی شوق نے بھی ٹریبونل سے کنارہ کشی کر لی اور شریک انکواٸری د

کارروائی ٹربیونل نہ ہوئے۔ اب ٹربیونل میں شریکِ کار کوئی شیعہ تنظیم موجود نہ تھی۔ اس طرح ٹربیونل کی کارروائی یکطرفہ رُخ اختیار کر سکتی تھی۔ اہلِ علم بالخصوص قانون اور عدالتی امور سے واقفیت رکھنے والے اہلِ الرّائے حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ عدالتی فیصلے فائل پر موجود مواد کی روشنی میں کیے جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے یہ سمجھا کہ تحقیقاتی ٹربیونل میں کارروائی کسی شیعہ تنظیم کی عدم موجودگی کے باعث یکطرفہ رخ اختیار کر سکتی ہے' ان میں امامیہ کونسل پیش پیش تھی۔ یہ ملک گیر شیعہ تنظیم ہے۔ اس کا اپنا ڈھانچہ ہے اور کارکردگی۔ کراچی میں اس تنظیم کی شاخ مجوِ عمل ہے۔ کراچی میں سید صغیر رضا زیدی امامیہ کونسل کے علاقائی سیکرٹری ہیں۔ اس تنظیم نے شاملِ انکوائری ٹربیونل ہو کر اپنا فریضہ ادا کیا۔ ضروری اخراجات برداشت کیے۔ واضح رہے کہ راقم الحروف اور دیگر وکلاء مشمولہ پینل نے اس معزز تنظیم کو اپنے پیشہ ورانہ معاوضہ سے مستثنےٰ رکھا۔ ہمارے لیے یہ سعادت ہے کہ اس دینی کام میں امامیہ کونسل کی وساطت سے ہم شریکِ کارروائی ہوئے۔

ٹربیونل کی کارروائی شروع ہوئے دو دن ہو چکے تھے اور بائیکاٹ جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے' عمل میں آ چکا تھا۔ ناچیز عدالت میں حسبِ معمول اپنے عدالتی کام میں مشغول تھا کہ مجھے امامیہ کونسل کے کارکن تلاش کر رہے تھے۔ میرے لیے یہ بڑا اعزاز ہے کہ مجھے اس کارِ منصبی کے لیے موزوں تصور کیا گیا۔ وگرنہ من آنم کہ من دانم۔ سید صغیر رضا زیدی' شیخ ریاض علی' راجہ نصیر اسد' سید اکبر حسین' سید دلیر حیدر رضوی وغیرہ نے صورتِ احوال بیان کی۔ ٹربیونل میں پیش ہونے کے لیے مجھے مقرر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ انھوں نے بتایا کہ ٹربیونل میں کوئی شیعہ تنظیم شاملِ کارروائی نہیں ہے کیونکہ شیعہ کونسل کے معزز

رکن وکیل سید صغیر حسین صاحب جعفری نے بعض وجوہ کی بنا پر بائیکاٹ کر دیا ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ ٹریبونل کے فیصلے یکطرفہ رخ اختیار کریں۔ میں نے ان حضرات کو پوری اعانت کا یقین دلایا لیکن وضاحت کی کہ عموماً اس قسم کی پیچیدہ اور محنت طلب قانونی اور عدالتی کارروائیوں کے لیے معاون وکلاء کی ضرورت ہو گی۔ مجھے شیعہ وکلاء کا پینل بنانے کا اختیار دیدیا گیا۔ میں نے اپنے علاوہ جن فاضل وکلاء کو شامل پینل کیا ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ جناب وزیر علی ایف وزیر صاحب

۲۔ جناب سید اختیار حسین صاحب رضوی۔

۳۔ سید علی رہبر صاحب رضوی اور

۴۔ جناب احمد علی صاحب

ان فاضل وکلاء نے مجھ سے حقیقی تعاون فرمایا۔ ہر مرحلہ پر میری حوصلہ افزائی کی اور اپنی مساعی جمیلہ سے میرے شریکِ کار رہے۔ میں ان کی اعانت کا شکر گزار ہوں۔

اس ابتدائیہ کا شامل گلدستہ کرنا کیوں ضروری ہوا؟ اس کا ذکر بعد میں کروں گا۔ پہلے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ مولینا تاج الدین صاحب حیدری کی عرق فشانی کا اجمالی تذکرہ کردوں کہ مولینا تاج الدین صاحب حیدری نے کس جان گدازی، تندہی، فرض شناسی اور عقیدت سے اس کام کی تکمیل کی جو ان کے ذمہ لگایا گیا۔ یہ بات مخفی نہیں کہ مولینا تاج الدین صاحب حیدری شیعیت سے مشرف ہو جانے سے پہلے مسلک اہلسنت والجماعت سے منسلک تھے اور خاصی شہرت کے حامل سنی عالم تھے۔ نسبتاً سنی عقائد کی طرز پر وسیع مطالعہ

رکھتے ہیں۔ قرآن مجید، تفاسیر، تراجم، کتب عقائد و کلام اور تواریخ اسلام کی وسیع انظر علمیت رکھتے ہیں۔ اس خصوصیت میں مبلغ اعظم مولینا محمد اسماعیل دیوبندی مرحوم و مغفور کی زندہ مثال ہیں۔ مبلغ اعظم مرحوم کی طرح یہ بھی عقائد مذہب حقہ شیعہ اثنا عشری امامیہ سے مشرف و فیض یاب ہو گئے اور ناقدانہ انداز میں کتب سواد اعظم کا مطالعہ شروع کیا۔ خداداد استعداد کی بنا پر اعتراضات و استفسارات کے مدلل جوابات مرتب کرنے اور برسر عام بطرز مناظرہ استدلال دینے کی شہرۂ آفاق اہلیت پائی۔ موصوف دار التبلیغ الامامیہ گوجرانوالہ کینٹ کے سرپرست اور صدر ہیں۔ امور تبلیغ مذہب حقہ امامیہ میں لحہ بہ لحہ کوشاں و مصروف ہیں۔ سلسلہ درس و تدریس بھی ہے۔ مجالس و محافل میں بھی تبلیغ مسلک امامیہ میں عرق ریز ہیں اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سلسلہ میں محسن ملت جعفریہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ کے معتمد علیہ شریک کار رہیں

جب کراچی میں مولینا موصوف کے ذمہ تردید اعتراضات کا کام سونپا گیا وہ دینی انہماک سے حوالہ جات مرتب کرنے لگے۔ ان کے پاس ایک ضخیم ذاتی لائبریری تھی جس سے کما حقہ استفادہ کیا گیا۔ ان کے معاونین مولوی غلام حسین مہدی یعسوب (مولینا موصوف کے فرزند ارجمند) اور ثناء اللہ نے اعانت کی۔ میں ان کے تحقیقی کام کو قانونی نقطۂ نظر سے جانچتا رہا اور ان کے تحقیقی مواد کو قانون کی محتاط تحریر میں ڈھالتا رہا۔ بعض مراحل میں سید اختیار حسین رضوی ایڈوکیٹ اور سید علی رہبر رضوی ایڈوکیٹ میرے ممد و معاون رہے۔ یہ کار عظیم قریباً دو ہفتہ تک جاری رہا۔ ان محققین کی جماعت میرے غریب خانہ پر مقیم رہی۔ میں نے حسب توفیق خاطر و مدارات کی۔ امامیہ کونسل کی عنایات بھی

شاملِ حال رہیں۔ معززین شہر کا تانتا بندھا رہا۔ بعض علمائے کرام بھی تشریف آور ہوئے۔ ضعیف العمری کے باوجود مولینا محمد باقر شمس قبلہ رنجہ قدم ہوئے۔ علامہ عرفان حیدر عابدی صاحب کی آمد بھی ہماری ہمت افزائی کا موجب ہوئی۔ مشہور مبلغ سید فرزند رضا رضوی مدظلہٗ معہ جناب سید ظہیر عباس رضوی صاحب نے بھی ہماری جانفشانی کا جائزہ لیا۔ دیگر حضرات کے نام فرداً فرداً لکھنا باعثِ طوالت ہوگا اس لیے معذرت خواہ ہوں۔ بعض اکابرین ملت نے دعوتِ طعام کی زحمت بھی فرمائی لیکن مولینا اس قدر مصروف تھے کہ صرف مصافحہ و تعارف کی حد تک ہی ملاقات رہتی۔ ہر آنے والا مطمئن تھا کہ جس جانکاہی سے جوابات مرتب ہو رہے ہیں، مخالفین کے لیے انشاء اللہ دلائل قاطع و براہین ساطع ثابت ہوں گے۔ وقت کی کمی، کام کی زیادتی اور شدتِ مصروفیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرحلہ پر ہمیں ۲۶ گھنٹے مسلسل متواتر تحقیقی و تحریری کام کرنا پڑا جبکہ دوسرے ہی دن جوابی حلف نامہ جات ٹریبونل میں داخل کرنا ضروری تھا۔ مولینا صاحب تحقیق و حوالہ جات کو طول دے رہے تھے اور وقت کا دامن تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے اس طرح محسوس ہو رہا تھا کہ مولینا کا مافی الضمیر ابھی تشنۂ تسکین تھا۔ میں نے مولینا سے گزارش کی کہ عدالتی حکم کے مطابق آج ۱۱ بجے دن جوابی حلف نامہ جات کا داخل کرنا لازمی ہے قارئینِ کرام مذہب شیعہ پر کیے گئے حلفی اعتراضات و حلفی جوابات کا مطالعہ کرکے اندازہ لگا سکیں گے کہ اس کارِ عظیم کی نوعیت کیا تھی، کتنا وقت درکار تھا، کتنا وقت دستیاب تھا اور کس قدر صحتِ مضمون پیشِ نظر تھی کیونکہ آج یہ دستاویز دائمی عدالتی ریکارڈ کا حصہ بننا تھی۔ وقت کی کمی اور کام کا

مجرم ہمارے آڑے نہ آسکے۔ کم از کم میں اس دستاویز سے مطمئن ہوچکا تھا کیونکہ اعتراضات کا کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہیں رہا تھا۔ میں نے اس دستاویز کے صفحات کو یکجا کرکے شمار کیا۔ یہ ۷۶ صفحات کی ایک مدلّل کتاب (بہ قدر حجم نہیں بنفسِ مواد) مرتب ہوچکی تھی۔ اس جوابی حلف نامہ کے آخری دو صفحات اضافی ہیں۔ یہ جامع الازہر مصر کا فتوٰی بخطِ عربی وارد ہے۔ اس طرح یہ گلدستہ ۷۸ صفحات کی ایک مستند تاریخی دستاویز تھی جو معرضِ وجود میں آچکی تھی۔ قارئینِ عظام کے لیے ہدیۂ تبریک ہے۔ مؤلفین و قارئین بہ فضلِ ایزدی و بہ کرمِ چہاردہ معصومین علیہم السلام مثاب و ماجور ہوں گے۔

اب حسبِ وعدہ عرض کروں گا کہ اس ابتدائیہ کو پیش لفظ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پچھلے صفحات کے مطالعہ سے ایک مخدوش فضا کا نقشہ نظروں کے سامنے آتا ہے۔ کراچی کا عمومی اور لیاقت آباد کا خصوصی ماحول حیطۂ تحریر میں شامل ہوجاتا ہے۔ کراچی — یہ روشنیوں کا شہر، کھنڈرات میں تبدیل ہوتا نظر آرہا تھا۔ مسلمان خوف زدہ تھے اور گوشہ نشین ہوا چاہتے تھے۔ یہ افراتفری، یہ نفسانفسی، یہ بے حسی، یہ چشم پوشی اور بے لحاظی کس تخریب کار، شر پسند کی صنعت گری تھی۔ اس کا جواب تاریخ مرتب کرے گی۔ اسلام چودہ سو سال پہلے ضوفشاں ہوا، کئی ادوار سے گزرا۔ زمانے کی شکست و ریخت نے اس کا حلیہ بدلنے کی کوشش کی لیکن اصل اسلام محفوظ ہے، مفقود نہیں ہوا۔ یہ اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ اس کو بہ ابد قائم و دائم رہنا ہے۔ طاغوتی طاقتیں اسلام کے درپے آزار ہیں۔ فرقہ ریت کو بلاوجہ ہوا دی جارہی ہے۔ مسلمان کو مسلمان سے دست و گریبان کیا جارہا ہے۔ یہ سامراجی اور صیہونی سازشیں ہیں جو مسلمان کو نیست و نابود

دیکھنا چاہتی ہیں۔ اقوامِ عالم میں جہاں جہاں مسلمان فروکش ہیں وہاں وہاں تخریب کاری معمول بن چکی ہے۔ پاکستان میں بھی یہ عناصر دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ شیعہ سنی تو بھائی بھائی ہیں۔ ان کا اللہ ایک — ان کا قرآن ایک — ان کا آخری نبی ایک — انبیاء و مرسلین اور آسمانی کتب اور ملائکہ پر ان کے پختہ عقائد۔ علاوہ ازیں اکثر دینی امور میں یک جہتی۔ ایک جیسی رسوم۔ ملتے جلتے اعتقادات۔ درود و سلام اور فاتحہ پر کاربند۔ البتہ بعض جزوی مسائل میں اختلاف ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ صدیوں سے شیعہ سنی شیر و شکر ہیں۔ آپس میں مل جل کر رہتے آئے ہیں۔ شیعوں پر کئی اعتراضات ہوئے۔ ان پر سیر حاصل جوابات دیئے گئے جو زینت و آرائش کتب خانہ جات ہو چکے ہیں۔ تشنہ تحقیق ذہن خردمندی سے استفادہ فرمائیں۔

کراچی میں مخالفین شیعہ کی تشنگیٔ طبع پھر عود کر آئی۔ شیعہ فقہ و شریع و عقائد کو ہدفِ تنقید بنایا گیا۔ علمائے اہلسنت والجماعت نے جن میں دیوبندی اور بریلوی مسلک کے علمائے مشاہیر شامل ہیں۔ اعتراضات کی علیحدہ علیحدہ جدولیں بصورت حلف نامہ جات مرتب کر کے شیعہ علمائے دین سے جواب طلب کیا۔ معترضین علماء اہلسنت والجماعت کے اسمائے گرامی گزشتہ اوراق میں پیش قارئین کیے جا چکے ہیں۔ ان اعتراضات کے مجموعی اجمالی جوابات مولینا تاج الدین صاحب حیدری نے ترتیب فرمائے ہیں۔ اعتراضات و جوابات اگلے صفحات میں قارئینِ کرام کے پیشِ نظر ہوں گے، استفادہ فرمائیں۔ یہ مختصر کیفیتِ احوال تھی جس کے پیشِ نظر پیش لفظ کی صورت میں تعارفِ کتاب کی ضرورت پڑی۔

ایک خاص نکتہ ہے جس کی وضاحت یہاں ضروری ہے۔ وہ یہ کہ شیعوں کو اپنے عالمِ دین کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت ایک مجبوری تھی۔ نہ اعتراضات کیے جاتے نہ جوابات لیے جاتے۔ بھوکے سے اگر کوئی سوال کرے کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں تو اس کی کیفیت جوع کا تقاضا ہے کہ وہ کہے گا کہ چار روٹیاں۔ نہ بھوکے سے گنتی پوچھو نہ روٹیاں فراہم کرنے کی ذمہ داری لو۔ اسی طرح اہلِ تشیع کو کافر کہنے یا تجویز دیے جانے کی سعی فرمائی گئی ہے تو شیعہ اپنا دفاع کیوں نہ کریں۔ شیعہ کسی جامد و ساکت شے کا نام نہیں ہے۔ یہ محمد و آلِ محمدؐ کا مذہب ہے۔ مجالس و محافل سے استفادہ کرتے کرتے ان کے بچے بھی سرسری جواب دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ غیر شیعہ قارئین کرام سے خصوصی گزارش ہے کہ عصبیت کو بالائے طاق رکھ کر اگلے صفحات کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ اہلِ تشیع حضرات اس کتاب کو ضرور پڑھیں اور بچوں کو پڑھائیں تاکہ وہ مستقبل کے ہونہار شیعہ مناظرین کہلائیں۔

مقطع ابتدائیہ کے طور پر چند سطور سپردِ قلم ہیں۔ ٹریبونل کی کارروائی میں شریک اراکین امامیہ کونسل، شیعہ گواہوں، سامعین، ہوشمند شیعہ وکلاء صاحبان و علمائے کرام، اکابرین ملت بالخصوص نوجوانانِ ملت جعفریہ کے ہم شکر گزار ہیں کہ جنھوں نے اس کارِ عظیم میں بہ قدر استطاعت قولے فعلے ہماری ہمت افزائی فرمائی۔

سب سے زیادہ مولینا تاج الدین صاحب حیدری کے مرہونِ منت ہیں کہ انھوں نے ہماری آواز پر لبیک کہی اور دینی شغف اور

انہماک سے اس فریضہ کی تکمیل کی۔ یہ ایک مجموعی کوشش تھی جس کے باعث ہم اس کارِ عظیم سے عہدہ برآ ہو سکے۔ خوفِ طوالت کے باعث مزید وضاحتیں کرنے سے قاصر ہوں۔

راقم الحروف:
ناچیز سید نذیر حسین شاہ کاظمی
ایم اے ایل ایل بی۔ ایڈووکیٹ ہائیکورٹ
کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلف نامہ

بہ اجلاس فاضل ٹرائی بیونل سانحۂ لیاقت آباد کراچی

منکہ مسمی تاج الدین حیدری ولد مہر الدین قوم چوہان مسلم بالغ حال ساکن ڈرگ کالونی۔ کراچی۔

مستقل پتہ: معرفت دار التبلیغ الامامیہ گوجرانوالہ (کینٹ) پنجاب

میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں شیعہ اثنا عشری مسلک سے منسلک ہوں۔ اسی مذہب کا مبلغ ہوں اور ادارہ دار التبلیغ الامامیہ گوجرانوالہ کا صدر ہوں۔ متذکرہ ادارہ تبلیغ مسلکِ امامیہ میں مصروف ہے اور میں امور تعلیم و تبلیغ میں سرپرست کی حیثیت رکھتا ہوں۔

میں اپنے علاقے میں منتخب کونسلر بھی ہوں اور عوام کے مسائل حل کرنے میں بلا امتیاز مسلک و مذہب سرگرم عمل رہتا ہوں اور ملکی حالات سے بھی باخبر رہتا ہوں۔

میں بحیثیتِ پاکستانی شہری کے بخوبی جانتا ہوں کہ مملکتِ خداداد پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی ہے۔ میں نظریۂ پاکستان اور بقاء و استحکام پاکستان پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہوں۔

میں بخوبی آگاہ ہوں کہ پاکستان میں ہر شہری کو اپنے عقیدے و مسلک کے مطابق باوقار اور خود مختار زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہے۔

میرا ایمان ہے کہ ہر مسلمان پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کا احترام اور پابندی لازم ہے۔ اتحاد بین المسلمین کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے تمام مکاتیب فکر آپس میں مل جل کر رہیں۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت و آبرو اور جان و مال کی حفاظت فرض ہے۔ اتحاد بین المسلمین کی خاطر مندرجہ ذیل تجاویز پیش کرتا ہوں:

تجاویز

۱۔ نظم و ضبط برقرار رکھنے والے اداروں خصوصاً پولیس انتظامیہ کو امن و سکون بحال رکھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ فعال بنانے کی ضرورت ہے۔

۲۔ اہلبیتؑ اور صحابہ کرامؓ کے احترام کے قانون کے ساتھ ساتھ ملک میں یزیدیت، خارجیت اور ناصبیت کا پرچار بھی قابلِ دست اندازی پولیس جرم قرار دیا جائے۔

۳۔ پورے ملک میں مقامی سطح پر ایسے غیر جانبدار اور عوام کے ہر طبقۂ فکر میں مقبول علماء پر مشتمل امن کمیٹیاں تشکیل دی جائیں اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ یہ علماء حکومت یا کسی بھی سطح کی سرکاری مشنری کے زیرِ اثر نہ ہوں بلکہ خالصتاً اتحاد بین المسلمین اور استحکام پاکستان کے جذبہ سے سرشار ہوں۔ جملہ سطور میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔

مورخہ ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۸۳ء
مطابق ۱۳ رجب المرجب سنہ ۱۴۰۳ھ
۲۷-۴-۸۳

دستخط: تاج الدین
مبلغ اسلام مولانا تاج الدین حیدری
(حلف گزار)

ضروری وضاحت

زیرنظر جوابی حلف نامہ چونکہ بعجلت تمام ہوا۔ راقم اس دستاویز کو رَف کے طور پر لکھتا جاتا، اور میرا شاگرد مولوی غلام حسین فاضل وکیل (سید نذیر حسین شاہ کاظمی ایڈووکیٹ کراچی) کو سناتا اور لکھاتا جاتا۔ وکیلِ محترم اسے قانونی نکتہ نظر سے سنتے اور صاف کر کے لکھتے جاتے تا اینکہ ۲ رمئی ۱۹۸۳ء کو صبح آٹھ بجے اس کی کتابت سے فارغ ہوئے اور ساڑھے آٹھ بجے صبح اس دستاویز کی کئی نقول فوٹو اسٹیٹ کرا کر ایک کاپی عدالت عالیہ ہائی کورٹ کراچی میں داخل کرانا تھی اور باقی نقول دوسرے فریقوں کو مہیا کرنا تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عجلت میں اس اہم دستاویز کو ایک نظر پڑھ بھی نہ سکا اسلیے کہ وقت نہیں تھا۔

۱۔ بعدہٗ پڑھنے اور اصل رَف مسودہ سے مقابلہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ناقل سے عجلت کی بنا پر کئی جگہ میں۔ سے اور کا۔ کی۔ کے ایسے الفاظ لکھنے سے رہ گئے ہیں۔ اب ان الفاظ کو (رف سے مقابلہ کر کے) اپنے اپنے موقعہ محل پہ درج کر دیا گیا ہے مگر قوسین (   ) میں لیکر۔ تاکہ عدالتِ عالیہ میں پیش کردہ دستاویز بھی

جوں کی توں رہے اور یہ الفاظ دستاویز سے الگ تصور ہوں اور فروگذاشت کا ازالہ بھی ہو جائے۔

۲۔ اس دستاویز میں بعض مقامات پر تو ہیڈنگ اور سرخیاں پہلے ہی لگا دی گئی تھیں۔ مگر بعض جگہ اب لگا دیگئی ہیں تاکہ ناظرین کو مضمون فہمی میں مزید سہولت میسر ہو سکے۔ مگر ناظرین ان سرخیوں کو بھی عدالتِ عالیہ کی دستاویز سے الگ تصور کریں۔

۳۔ بعض مقامات پر نقل عبارت میں تقدیم وتاخیر واقع ہو گئی مثلاً جوابی حلفنامہ کے صفحہ اول پر اصل رف سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ پہلا حلفنامہ مفتی عبدالسبحان القادری صاحب کا ہے اور دوسرا حلفنامہ مولانا محمود سایا الخطیب صاحب کا۔ اور تیسرا حلفنامہ مولانا اسفندیار صاحب کی طرف سے ہے اور جواب میں ترتیب طبعی بھی یہی ہے۔ مگر ناقل کی طرف سے سہواً اسفندیار کے حلفنامہ کو دوسرا اور محمود سایا الخطیب کے حلفنامہ کو تیسرا لکھ دیا گیا تھا۔ اب دوسرے کو تیسرا اور تیسرے کو دوسرا کر کے درست کر دیا گیا ہے تاکہ ناظرین سمجھنے میں دقت محسوس نہ کریں۔

۴۔ حوالہ جات کے اندراج کے سلسلہ میں کئی جگہ (اصل اور رف مسودہ میں "حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں" درج ہے۔ مگر ناقل نے اختصار سے کام لیتے ہوئے جگہ جگہ صرف لفظ "حوالہ" پر اکتفا کی ہے اور "حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں" کی جگہ صرف "حوالہ جات" لکھ دیا ہے۔ اب وہ الفاظ بھی ہم نے درج کر دیے ہیں مگر قوسین (   ) میں لیکر تاکہ وہ الفاظ

دستاویز سے الگ تصور ہوں مگر ناظرین کو مضمون سمجھنے میں مدد مہیا
کرنے کے لیے۔

۵۔ اذان کی بحث میں مقتدر علماءِ شیعہ کے بیانات کے ضمن میں آیت اللہ
العظمیٰ المجاہد الکبیر سید محمد شیرازی کے بیان کی پوری عبارت ہی (معہ ترجمہ)
چھوٹ گئی ہے۔ اب اسے بھی درج کر دیا گیا ہے مگر اسے بھی قوسین
( ) میں لیکر تاکہ اسے عدالت عالیہ کی دستاویز میں اضافہ تصور نہ
کیا جائے اور اصل عبارت سے ناظرین استفادہ کر سکیں۔

یہ اور اس قسم کی تصریحات کے علاوہ پوری دستاویز جوں کی توں ہے
نہ اس میں کوئی شے کم کی گئی ہے اور نہ زیادہ۔ چونکہ عدالت عالیہ (ہائیکورٹ
کراچی) میں یہ تمام کارروائی بعجلت تھی اور جو کتب مسافرت میں ہمراہ تھیں
صرف انہیں سے استفادہ کیا جا سکا تھا اور انشاءاللہ العزیز اشاعتِ
ثانیہ میں مزید حواشی کے ساتھ اس دستاویز کو مدلل کر دیا جائیگا۔

(نوٹ): اس دستاویز کی اشاعت کا حقِ طباعت صرف مجاہد قوم
سید نذیر حسین شاہ کاظمی ایڈوکیٹ ہائیکورٹ کراچی کو (انکی بے لوث
خدمات کو سلام کرتے ہوئے) تفویض کر رہا ہوں۔ ان کے علاوہ کوئی
صاحب میری اجازت کے بغیر جزاً یا کلاً اسے چھاپنے کا مجاز نہیں ہے۔

تاج الدین حیدری
مؤسس دار التبلیغ الامامیہ
گوجرانوالہ کینٹ (راہوالی) پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باجلاس فاضل ٹریبونل سانحۂ لیاقت آباد کراچی

جوابی حلف نامہ جات

منکہ مسمی تاج الدین حیدری ولد مہر الدین قوم چوہان مسلم بالغ حال ساکن ڈرگ کالونی کراچی۔ مستقل پتہ: معرفت دار التبلیغ الامامیہ گوجرانوالہ کینٹ (پنجاب) حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ:

۱- میں قبل ازیں مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۸۳ء اپنا حلف نامہ فاضل ٹریبونل ہذا میں داخل کر چکا ہوں۔ اس حلف نامہ کی تائید مزید کرتا ہوں۔

۲- میرے مذکورہ حلف نامہ کے جواب میں مجھے چار حلف نامہ جات وصول ہوئے ہیں جن میں اعتراضات و استفسارات مرقوم ہیں (اس وقت) اُن حلف ناموں کے اعتراضات وغیرہ کے جوابات دینا مقصود ہے۔

۳- میں اس جوابی حلف نامہ میں جوابات دے رہا ہوں تاکہ یہ جوابی حلف نامہ تمام حلف نامہ جات معترضین کا مجموعی مجملاً جواب تصور ہو۔ چنانچہ پہلے جناب مفتی عبد السبحان صاحب القادری کے حلف نامہ کا جواب مرتب کرتا ہوں۔ موصوف خود کو تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کراچی ڈویژن کا صدر ظاہر فرماتے ہیں۔ بعدہٗ سلسلہ وار دیگر حلف نامہ جات کا جواب دینے کی سعی کروں گا۔ دوسرا حلف نامہ مولینا محمد وسایا الخطیب صاحب کی جانب سے تشریح طلب ہے۔ موصوف خود کو جماعت اہلسنت کراچی

کا نائب صدر تحریر فرماتے ہیں۔ نیز علامہ مولانا اسفندیار صاحب کی جانب سے جواب طلب ہے۔ یہ صاحب خود کو سوادِ اعظم اہلسنت پاکستان کا ناظمِ اعلیٰ بتاتے ہیں۔ ان ہر سہ اصحاب کے حلف ناموں میں مذہب شیعہ اثنا عشری کے خلاف غلط طور پر مذہبی نوعیت کے اعتراضات کی بھرمار کی گئی ہے۔ جگہ جگہ شیعہ مسلک کو کبھی کھلے الفاظ میں اور کبھی اشارے کنائے سے مطعون کیا گیا ہے۔ لہٰذا ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ ان مسائل کی قرآن مجید، حدیثِ رسولؐ، تاریخ اسلام اور کتبِ عقائد و کلام سے صحیح وضاحت پیش کر دی جائے۔ و باللہ التوفیق و بیدہٖ ازمۃ التحقیق

۴۔ جناب مفتی عبدالسبحان القادری صاحب صدر تحریکِ نظام مصطفیٰ کراچی ڈویژن کے تحریر کردہ نکات کی وضاحت پیشِ خدمت ہے:

۱۔ اعتراض منجانب مفتی عبدالسبحان القادری

- اعتراض ۱: "شیعہ و سنی اور ان کے درمیان اختلافات آج کے نہیں ہیں بلکہ اس کی تاریخ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ شیعہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے دعویٰ سے وجود میں آیا۔"

الجواب

مولانا عبدالسبحان القادری صاحب کا یہ تاثر اور خیال کہ فرقہ شیعہ

حضرت علی علیہ السلام کے عہد خلافت کے بعد معرض وجود میں آیا ہے۔ کتاب و سنت اور تاریخ اسلام کے صریحاً خلاف اور غلط ہے۔

قرآن مجید سے شیعہ کی وضاحت

قرآن مجید تلاوت کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ انبیائے ماسبق کے زمانوں میں ان کے پیروکار اور تابعدار شیعہ کے نام سے ہی موسوم کیے جاتے تھے چنانچہ قرآن مجید پارہ ۲۳ سورۃ الصٰفٰت آیت نمبر ۸۳ میں ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ وَ اِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰهِیْمَ "اور تحقیق تابعداری کرنے والوں نوحؑ کے سے البتہ ابراہیمؑ ہے۔" (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر موضح القرآن صفحہ ۴۶۹ طبع لاہور)

۲۔ "یعنی حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے دین و ملت اور انہیں کے طریق و سنت پر ہیں۔" ملاحظہ ہو تفسیر مولینا نعیم الدین مراد آبادی برحاشیہ ترجمۃ القرآن اعلیٰ حضرتؒ (ص طبع لاہور)

اس مطلب کی تائید میں مندرجہ ذیل حوالہ جات مزید ملاحظہ فرمائیں:

۳۔ تفسیر جلالین جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ مصر

۴۔ تفسیر الصاوی علی الجلالین جلد ۳ صفحہ ۲۸۳ طبع مصر

۵۔ تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ طبع مصر

۶۔ تفسیر النسفی جلد ۴ صفحہ ۲۳ طبع مصر

۷۔ تفسیر مظہری جلد ۸ صفحہ ۱۳۱ طبع دہلی

۸۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۲ طبع مصر

۹۔ تفسیر ابن جریر جلد ۲۳ صفحہ ۴۰ طبع مصر
۱۰۔ تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۸۰ طبع مصر
۱۱۔ تفسیر کبیر رازی جلد ۷ صفحہ ۱۰۱ طبع مصر
۱۲۔ تفسیر فتح القدیر جلد ۴ صفحہ ۳۸۹ طبع مصر
۱۳۔ تفسیر خازن جلد ۶ صفحہ ۲۴ طبع مصر
۱۴۔ تفسیر معالم التنزیل جلد ۶ صفحہ ۲۴ طبع مصر
۱۵۔ تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۳۴۴ طبع بیروت

جب قرآنِ مجید کی نصِ صریح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے تابع دار، پیروکار اور بقولِ مولانا نعیم الدین مراد آبادی "انہیں کے طریق و سنت پر چلنے کی وجہ سے شیعہ نوحؑ کہلائے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر چلنے والے حضرت ابراہیمؑ کے پیروکار بھی شیعہ ابراہیمؑ قرار پائیں گے۔ اب ان اتبع ملۃ ابراھیم الآیۃ پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۱۲۳ و فاتبعوا ملۃ ابراھیم الآیہ پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۹۵ کی روشنی میں قاریانِ قرآن، غلامانِ مصطفےٰؐ اور شیدایانِ نظامِ مصطفےٰ غور و فکر کرکے پہلے کتابِ الٰہی سے اپنا اصلی نام تو تلاش کریں کہ وہ (درحقیقت) شیعہ ہیں یا سوادِ اعظم؟

حضرت موسیٰؑ کا پیروکار بھی شیعہ

ودخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اھلھا فوجد فیھا رجلین یقتتلان ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ

فاستغاثه الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ (پارہ ۲۰ سورۃ القصص آیت ۱۵)

"حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر کے اندر آئے جس وقت کہ اس شہر کے لوگ بے خبر تھے۔ جیسے گرمی میں دوپہر کے وقت جو ہر ایک سوجاتا ہے، اور راستہ کم چلتا ہے۔ پھر پایا بازار میں دو مردوں کو لڑتے تھے اس میں یہ ایک حضرت موسیٰؑ کی قوم سے اور یہ دوسرا دشمن کی قوم سے۔"

(تفسیر موضح القرآن ص۴۰۷ طبع لاہور)

"اور اس شہر میں داخل ہوا جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو اس میں دو مرد لڑتے پائے، ایک موسیٰؑ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں سے تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس نے موسیٰؑ سے مدد مانگی اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا۔"

(ترجمہ اعلیحضرت" فاضل "بریلوی ص۔ طبع لاہور)

باقی تمام تفاسیر بخوفِ طوالت نظر انداز کی گئی ہیں۔ بہر کیف اس آیت سے بھی بخوبی عیاں ہوتا ہے کہ قرآن پاک کے نزول سے قبل بھی نبیوں کے پیروکار طرفدار، ساتھی (اور حتبدار) شیعہ ہی کہلاتے تھے۔

عہدِ رسول پاکؐ میں شیعہ

اور حدیث رسولؐ سے شیعہ کی وضاحت

مندرجہ ذیل آیۂ قرآنی کی تفسیر میں تفاسیر اہلسنت والجماعت سے حضرت امیرالمومنین علیؑ اور انکے شیعہ کا ذکر (خیر درج ذیل کیا جاتا ہے جو) قابلِ دید ہے۔

حضرتِ علی اور ان کے شیعہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں

ان الذین اٰمنو و عملوا الصلحٰت اولئک ھم خیر البریۃ

(پارہ ۳۰۔ سورۃ البینۃ۔ آیت ۷)

"بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔" (ترجمہ اعلیٰحضرت بریلوی)

۱۔ عن محمد بن علی اولئک ھم خیر البریۃ فقال النبی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) انت یا علی و شیعتک:

محمد بن علی سے روایت ہے کہ وہ لوگ جو تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یا علی وہ تو اور تیرے شیعہ ہیں۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۳۰ ص ۱۴۶ طبع مصر)

حضرت علی اور ان کے شیعہ ہی بروز قیامت کامیاب ہونگے

۲۔ عن جابر بن عبد اللہ قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل علی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ ان ھذا و شیعتہ ھم الفائزون یوم القیمۃ و نزلت ان الذین اٰمنو و عملوا الصلحٰت اولئک ھم خیر البریۃ فکان اصحاب النبی

صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل علی قد جاء خیر البریہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے کہ حضور نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تحقیق یہ علیؑ اور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے تو یہ آیت نازل ہوئی: ان الذین امنو وعملوا الصلحت اولئک هم خیر البریہ اس دن سے جب بھی حضرت علیؑ آتے تو اصحابؓ رسولؐ ان کو خیر البریہ کے لقب سے یاد کرتے "جاء خیر البریہ یعنی تمام مخلوق سے بہتر آیا۔"

(حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں):

۱۔ تفسیر فتح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۳ طبع مصر

۲۔ تفسیر الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹ طبع مصر

۳۔ تفسیر فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۴۷۷ طبع مصر

حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ
بروزِ محشر خوش و خرم ہونگے

۳۔ عن ابن عباس قال لما نزلت ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک هم خیر البریة قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی هو انت وشیعتک یوم القیمة راضین ومرضیین۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: جب آیۂ کریمہ ان الذین آمنوا و عملوا الصلحٰت اولٰئک ھم خیر البریہ نازل ہوئی تو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو فرمایا: "اے علی! وہ تو اور تیرے شیعہ ہیں جو بروز قیامت خوش و خرم ہوں گے"۔

تفسیر الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹ طبع مصر۔ تفسیر فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۴۷۷ طبع مصر

حضرت علی اور ان کے شیعوں سے حوضِ کوثر پر ملاقات کا وعدہ

عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ألم تسمع قول اللہ ان الذین آمنوا و عملوا الصلحٰت اولٰئک خیر البریہ انت وشیعتک وموعدی و موعدکم الحوض

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا آپ نے فرمانِ خدا نہیں سنا: "ان الذین آمنوا و عملوا الصلحٰت اولٰئک ھم خیر البریہ" (اے علیؑ) وہ تو اور تیرے شیعہ ہیں۔ اور حسبِ وعدہ میری اور تمہاری ملاقات حوضِ کوثر پر ہوگی۔

شیعہ رسولِ پاکؐ اور علیؑ اور ائمہؑ کے دائیں بائیں شیعہ ہی داخل جنت ہونگے

واخرجہ الطبرانی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی اول اربعۃ یدخلون الجنۃ انا وانت والحسن والحسین وذریتنا خلف ظہورنا وازواجنا خلف ذریاتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلنا

امام طبرانیؒ نے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو فرمایا (یا علیؑ!) چار ہستیاں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گی۔ میں، آپؑ، حسنؑ اور حسینؑ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور ہماری ذریت ہمارے پیچھے پیچھے ہو گی اور ہماری ازواج ہماری ذریت کے پیچھے اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گے۔

الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۵۹ طبع مصر

حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ ہی جنت میں جائیں گے

واخرج الدارقطنیؒ یا ابا الحسن اما انت وشیعتک فی الجنۃ

امامِ حدیث دارقطنیؒ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی علیہ السلام کو فرمایا: اے ابوالحسنؑ! تو اور تیرے شیعہ ہی داخلِ جنت ہوں گے۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۵۹ طبع مصر)

ان ارشاداتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ماحصل پانچ چیزیں ہیں:

۱۔ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہی بعد رسولؐ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔

۲۔ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہی بروزِ قیامت کامیاب ہونگے۔

۳۔ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہی بروزِ قیامت خوش و خرم ہوں گے۔

۴۔ آنحضرتؐ، حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام کے دائیں اور بائیں جنت میں شیعہ ہی وارد ہوں گے۔

۵۔ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہی رسولِ پاکؐ سے حوض کوثر پر ملاقات کریں گے اور ساتھ ہی آنحضرتؐ کے فرمان کی تشریح بھی واضح طور پر ہمارے سامنے آگئی کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ اور جو فرقہ جنت میں داخل ہوگا نام اس کا شیعہ ہوگا اور امام اس فرقے کے علی علیہ السلام ہوں گے۔

عہدِ حضرت ابوبکرؓ میں شیعہ اور تاریخِ اسلام سے شیعہ کی وضاحت

وفاتِ رسول کریمؐ کے وقت امت تین حصوں میں (بقول شیخ محمد الخضری المصری) تقسیم ہو گئی — ان میں سے بقول اس کے ایک جماعت کی رائے میں حضرت علی علیہ السلام سب سے مقدم، حقدارِ خلافت اور صحیح جانشین مصطفیٰؐ

تھے وکان ھذا رأی اغلب بنی ھاشم ومن شایعھم یعنی یہ اکثر بنی ہاشم اور ان کے شیعوں کی رائے تھی۔

(حضور والا!) مفتی عبدالسبحان القادری صاحب سے کون دریافت کرے کہ وفاتِ حضرت خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے فوراً بعد حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور دیگر بنی ہاشم کے ساتھ اجماعی اور "سقیفائی" خلافت سے اختلاف کرنے والے اور مولا علیؑ کو برحق خلیفۂ رسولؐ جاننے والے شیعہ عہدِ ابوبکر سنہ ۱۱ ہجری میں ہی موجود تھے؟ یا عہد امیر المومنین علی علیہ السلام کے بعد محبتِ علیؑ کے نام سے معرضِ وجود میں آئے یا بقول ان کے سنہ ۳۵ ہجری میں کسی فرضی عبداللہ ابن سباء نے عہدِ خلافتِ علیؑ کے بعد پیدا کر دیے تھے؟؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے: اذا فات الحیاء فافعل ما شئت

اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء۔ شیخ محمد الخضری المصری۔ ص۸۰ طبع مصر

عہدِ خلافت امیر المومنین علیؑ میں شیعہ

ولما قدم علی الکوفۃ وفارقتہ الخوارج وثبت الیہ الشیعۃ فقالوا فی اعناقنا بیعۃ ثانیۃ نحن اولیاء من والیت واعداء من عادیت۔ اور جب حضرت علیؑ کوفہ میں تشریف لائے اور انہیں خوارج نے چھوڑ دیا تو شیعہ حضرت علیؑ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور انہوں نے کہا اے امیر المومنین! ہماری گردنوں پر دوبارہ بھی آپ ہی کی بیعت ہے۔ ہم اس کے دوست ہیں جس کو آپ دوست رکھیں اور اس کے دشمن ہیں جن

کے آپ دشمن ہیں۔

(تاریخ الطبری۔ جلد ۵ ص ۲۴ طبع دار المعارف مصر)

مہاجرینؓ و انصارؓ اور تابعینؒ بھی شیعہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی زبانی سماعت فرمائیے:

"اول کسے کہ شیعہ ملقب شد جماعتہ از مہاجرین و انصار و تابعین ایشاں اند۔ کہ شایعت و متابعت حضرتِ مرتضیٰؑ نمودند۔ در وقتیکہ جناب ایشاں خلیفہ شدند و ملازمتِ صحبتِ ایشاں اختیار کردند۔ و محاربین ایشاں جنگ نمودند۔ و مطیعِ اوامر و نواہی ایشاں ماندند۔ و اینہا را شیعۂ مخلصین گویند۔

جو لوگ سب سے پہلے لقب شیعہ سے ملقب و منسوب ہوئے' وہ صحابہ کرامؓ تھے۔ مہاجرین و انصار اور تابعین کی وہی جماعت جنھوں نے معاویہ کے مقابلے میں حضرت علیؑ کی پیروی و تابعداری کی۔ جب — جنابؑ ان کے خلیفہ ہوئے۔ انھوں نے ان کی صحبت اختیار کی اور ان کے دشمنوں سے جنگ کی اور ان کے اوامر و نواہی میں مطیع ثابت ہوئے ان کو شیعہ مخلصین کہتے ہیں۔

تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۸ طبع سہیل اکیڈمی لاہور

صحابہؓ و تابعینؒ اور اکابرین اہلسنت بھی شیعہ

شیعۂ اولیٰ را دو فرقہ اعتبار میکنند۔ فرقۂ اول مخلصین کہ اہلسنت والجماعت

اند۔ از صحابہؓ و تابعین کہ ملازم صحبتِ حضرت مرتضےٰؓ و ناصرانِ خلافتِ او بودند از اخیار مہاجران و انصار وغیرہم و مذہبِ ایشاں آنکہ حضرت مرتضیٰؓ امام حق است۔"

"شیعہ اولیٰ کے دو فرقے سمجھے جاتے ہیں۔ اول مخلصین شیعہ کہ اہلسنت والجماعت ہیں اور صحابہؓ و تابعینؒ میں سے حضرت علی علیہ السلام کے ملازمان صحبت اور ناصرانِ خلافت ہیں۔ از اخیار مہاجرین و انصار وغیرہم۔ اور مذہب ان کا یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام امام برحق ——— ہیں۔"

(تحفہ اثنا عشریہ صہ۱ طبع لاہور)

عہدِ امام حسن علیہ السلام میں شیعہ

ولما بویع امیرا لمومنین علیؓ کان الحسنؓ معہ فی جمیع مشاھدہٖ و لما قتل علی رضی اللّٰہ عنہ اجمعت شیعۃ ابیہ علی بیعتہٖ۔ اور جب امیرالمومنین علیؓ کی بیعت ہوگئی تو امام حسنؓ تمام مشاہد میں ان کے ساتھ رہے اور جب حضرت علی علیہ السلام شہید کردیے گئے تو ان کے بعد آپ کے شیعہ حضرت امام حسنؓ کی بیعت پر اکٹھا ہوگئے۔

اتمام الوفاء فی سیرت الخلفاء الشیخ محمد الخضری المصری صہ۲۵۱ طبع مصر

عہد امام حسین علیہ السلام میں شیعہ

سانحۂ کربلا کے بعد ابن زیاد نے کوفہ میں اپنے خطبہ کے دوران امام حسین علیہ السلام کو حسین دریدہ دہنی سے یاد کیا ہے اور شیعہ کو امام حسینؓ کے ساتھ

شامل بتایا ہے۔ مورخ طبری نے اسے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

الحمد للہ الذی اظہر الحق و اہلہ ونصر امیر المومنین یزید بن معاویہ وحزبہ وقتل الکذاب ابن الکذاب الحسین ابن علی و شیعتہ۔

اس اللہ کے لیے حمد ہے جس نے حق اور اہل حق کو غالب کیا اور امیر المومنین یزید بن معاویہ اور اس کے لشکر کی مدد فرمائی اور (معاذ اللہ) کذاب ابن کذاب حسین ابن علیؑ اور اس کے شیعوں کو قتل کیا۔

(تاریخ الطبری جلد ۵۔ ص ۴۵۸ طبع مصر)

شام میں جب اسیرانِ آلِ محمدؐ کو دربار یزید بن معاویہ میں پیش کیا گیا تو زہر بن قیس نے یزید کو سانحۂ کربلا کی روئیداد سناتے ہوئے کہا ورد علینا الحسین بن علی فی ثمانیۃ عشر من اہل بیتہ وستین من شیعتہ

اے یزید! امام حسین علیہ السلام اٹھارہ افراد اہل بیتؑ اور اپنے ساٹھ شیعوں کو لیکر ہم پر وارد کربلا ہوئے۔ انھوں نے آپ کی بیعت نہ کی۔ ہم نے انھیں چاروں طرف سے گھیر ڈال کر قتل کر دیا وغیرہ وغیرہ۔

(تاریخ طبری۔ جلد ۵۔ ص ۴۵۹ طبع مصر)

کیا حضرت امام ابوحنیفہ کوفی شیعہ تھے؟

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ایک "محقق" حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ بھی "شیعہ" ہی تھے۔

"از شیعہ مخلصین امام ابوحنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ نیز تصویب رائے زید می نمود"

یعنی کہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کوفی بھی مخلصین شیعہ میں سے تھے، اور زید بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ شہید کی رائے اور پیروی کو درست قرار دیتے تھے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

(تحفہ، اثنا عشری صـ۲۵ طبع مصر)

اہل سنت والجماعت کب سے؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ایک اور پردہ حقیقت کو آشکار فرماتے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابتداءً تو ہمارے تمام اسلاف و اکابر بھی شیعہ ہی کہلاتے تھے۔ جب یہ لقب شیعہ کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا تو ہم نے اپنا سابقہ نام شیعہ ترک کر کے "جدید نام" اہل سنت والجماعت رکھ لیا۔

"بایددانست کہ شیعۂ اولی کہ فرقہ سنیہ تفضیلیہ اند درزمانِ سابق بشیعہ ملقب بودند چون غلاۃ و روافض و زیدیان و اسماعیلیہ بایں لقب خودرا ملقب کردند و مصدر قبائح و شرور اعتقادی و عملی گردیدند۔ (خوفاً عن لتباس الحق بالباطل) فرقہ سنیہ و تفضیلیہ ایں لقب را برخود نہ پسندیدہ خود را بہ اہل سنت والجماعت ملقب کردند۔"

جاننا چاہیے کہ شیعۂ اولیٰ جو سنیہ و تفضیلیہ فرقہ ہے۔ وہ زمانہ سابق میں شیعہ لقب سے ملقب ہوتا تھا اور جب غالیوں، رافضیوں، زیدیوں اور اسمٰعیلیو نے خود کو اس لقب سے ملقب و مخصوص کر لیا تو حق و باطل کے مل جانے کے خوف سے فرقہ سنیہ و تفضیلیہ والوں نے اس لقب کو اپنے لیے پسند نہ فرمایا اور خود کو اہلسنت والجماعت سے ملقب و موسوم کر لیا۔

(تحفہ، اثنا عشریہ صـ۱۱ طبع مصر)

۲ اعتراض مفتی عبدالسبحان القادری

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں جب بیس رکعت تراویح باجماعت پڑھنے کے لیے گھر سے نکلے اور مدینہ منورہ کی مساجد کو روشن دیکھا تو فرمایا: اللھم نور مرقد عمر کما نور مساجدنا

— الجواب —

بیس رکعت باجماعت نمازِ تراویح کی حقیقت

اولاً تو مفتی عبدالسبحان القادری صاحب نے اس روایت کا کوئی حوالہ ہی درج نہیں فرمایا۔ اس خوف سے کہ کسی مستند کتابِ حدیث میں اس کا وجود نہیں۔ خصوصاً صحاح ستہ تو ایسی پر لطف روایت سے محروم ہی رہی اور بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اسے بدعت فرماتے ہیں (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

۱۔ بخاری شریف جلد اول ص ۲۶۹ طبع مصر: قال عمر رضی اللہ عنہ نعم البدعۃ ھذہ۔ یعنی حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے

۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۶ میں خود علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیات عمر میں اسے شامل فرمایا ہے۔ و اول من سن قیام شھر رمضان یعنی حضرت عمر پہلے آدمی ہیں جنھوں نے ماہِ رمضان میں قیام بصورتِ تراویح (کی بدعت) کو جاری فرمایا۔

اعتراض ۳ مفتی عبدالسبحان القادری

شیعہ فرقہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو غلط الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ ماہ بارہ سے تبرا عام طور پر کیا جاتا ہے۔ شب بیداری کے نام پر شیعہ فرقہ لاؤڈ اسپیکر پر دل آزاری کرنے والے الفاظ جس میں صحابۂ کرام اور دوسرے خلفائے ثلاثہ کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید اور حدیثِ معصوم سے تبرا کی وضاحت

(الجواب بعون اللہ الوھاب جناب والا!) شیعہ کسی کی دل آزاری نہیں کرتے ہیں۔ ہم شیعانِ علیؑ جس رسول کا کلمہ پڑھتے ہیں وہ خود خلق عظیم مالک اور مہتمم مکارمِ اخلاق بن کر جلوہ گر ہوا ہے اور جس علی علیہ السلام کے پیروکار ہیں وہ قاتل کو شربت پیش کرتے ہیں اور نہ ہی ہم کسی گستاخ کے پیروکار ہیں کہ خواہ مخواہ گستاخی کریں۔

کاش! مفتی عبدالسبحان القادری صاحب لفظِ تبرا کا ترجمہ کسی قرآنی یت یا حدیث سے پیش فرمادیتے۔ مگر غالباً ان کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ لفظ برا کا تعلق زبان سے ہے ہی نہیں بلکہ صرف ایک قلبی کیفیت کو اس سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آیت قرآنی پیش خدمت ہے: فلما تبین له انه عدوٌ لله تبرّا منه الایة۔ پھر جب (ابراہیمؑ) پر واضح ہو گیا کہ وہ (ان کا چچا آزر) دشمن خدا ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔

(قرآن مجید۔ پارہ ۱۱۔ آیت ۱۱۴)

جناب والا! "مفتی صاحب نے غلط طور پر جگہ جگہ لفظ "تبرا" لکھ کر اس کو غلط الفاظ اور (اسکو) گالی کے معنی دینے اور سب و شتم کا لباس پہنانے اور ملک کی فضا کو مزید مکدر کرنے کی سعیٔ نامشکور فرمائی ہے۔ میں شد و مد سے اس کی تردید کرتا ہوں کہ کوئی شیعہ لاؤڈ اسپیکر یا اس کے بغیر صحابۂ کرام رض کو گالی نہیں دیتا ہے۔ یہ محض بہتان ہے۔" نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔ (وسبحان اللہ عمّا یصفون)

سبّ و شتم سے ممانعت از قرآن

مذہب جعفری میں کسی کو گالی دینا شرعاً ناجائز اور مخرب اخلاق ہے چنانچہ میرا خالق فرماتا ہے:

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم:

"اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کرینگے زیادتی اور جہالت سے۔"
(قرآن مجید پارہ ۸ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۰۹ ترجمہ اعلیحضرتؒ)

امام معصومؑ سے سبّ و شتم کی ممانعت

امام برحق حضرت صادق آلِ محمد علیہ السلام کا فرمان بھی اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں:

وقیل للصادق علیہ السلام یا بن رسول اللہ ص انا نری فی المسجد من یعلن یسب اعدا ئکم ویسمیھم فقال ما لہ لعنہ اللہ یعرض بنا وقال تعالیٰ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہِ فیسبوا اللہ عدوًا بغیر علم قال الصادق علیہ السلام فی تفسیر ھذہ الاٰیۃِ لا تسبوھم فانھم یسبو علیکم ۔ قال الصادق من سب ولی اللہ فقد سب اللہ ومن سب اللہ عزّوجل اکبہ اللہ تعالیٰ علی منخریہ فی نار جھنم

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا: یا ابن رسول اللہ! میں ایک شخص کو مسجد میں دیکھتا ہوں جو آپ کے دشمنوں کو کھلا برا کہتا ہے اور ان کا نام بھی لیتا ہے۔

حضرت نے فرمایا: کیا ہو گیا ہے اس ملعون کو کہ وہ ہم کو معرضِ ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے: "نہ برا کہو (مشرکوں کے سامنے) ان کو جنھیں یہ لوگ خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ ورنہ یہ لوگ جہالت میں آکر دشمنی سے خدا کو برا کہیں گے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ولی اللہ کو ناسزا کہے تو اس نے خدا کو برا کہا اور جس نے خدا کو برا کہا خدائے تعالیٰ اس کو دونوں نتھنوں کے بل جہنم کی آگ میں ڈالے گا۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو:

(کتاب الاعتقادات ۔ شیخ صدوق ص ۱۵۲ طبع دہلی)

اگر اس کے باوجود بھی کوئی شیعہ کی طرف سب و شتم کی نسبت دے کر مملکتِ خداداد پاکستان میں فتنہ و فساد برپا کرنے کی کوشش کرے گا تو ایسے

شخص کو ہم یہ تصور کرنے پر مجبور رہوں گے کہ وہ کسی بیرونی دامن دشمن، وطن دشمن، طاقت کا ایجنٹ ہے اور ایسے شخص کو شیعہ کے خلاف فتوٰی صادر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جو نہ دین میں مخلص ہے اور نہ تبلیغِ دین میں اور نہ ہی وطن کی سالمیت اور استحکام سے اسے کوئی سروکار ہے۔

کاش! مفتی عبدالسبحان صاحب نے اپنی کتب عقائد و حدیث پر ایک نظر ڈال لی ہوتی۔ جو لوگ شبِ عاشور کے اعمال اور لاؤڈ اسپیکر پر نوحہ خوانی کو گلا پھاڑ پھاڑ کر تبرا سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کی اپنی عقیدہ کی کتاب میں حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ کو گالیاں دینے والا بھی کافر اور خارج از اسلام نہیں لکھا ہے:

حضراتِ ابوبکرؓ و عمرؓ کو
گالی دینا کفر نہیں

چنانچہ مسلک اہلسنت والجماعت کے مایہ ناز محقق اور مذہب امام اعظمؒ کے مجدد اپنی شہرہ آفاق کتاب شرح فقہ اکبر میں رقمطراز ہیں: وسب الشیخین لیس بکفر کما صححہ ابو شکور السلمی فی تمہیدہ :

یعنی حضراتِ شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو گالی دینا کفر نہیں ہے۔ جیسا کہ ابوشکور سلمی سنی نے اپنی کتاب التمہید میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو:

(شرح فقہ اکبر ص۸۶ طبع مجتبائی دہلی)

امیرِ شام نے حضرت علیؑ پر

سبّ کرایا

اس کے علاوہ (مفتی صاحب کے پانچویں خلیفۃ النبیؐ نے خطباتِ جمعہ میں اپنے عاملوں سے حضرت علی علیہ السلام پر حکماً سب وشتم کرایا۔ (د) اپنی کتابِ حدیث "صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ طبع دہلی میں ہے:
امیر معاویہ بن ابی سفیان سعداً فقال ما منعک ان تسب ابا التراب الحدیث۔ یعنی معاویہ بن ابی سفیان نے سعد بن ابی وقاصؓ صحابی کو حکم دیا۔ اور کہا تو ابو تراب پر کیوں سب نہیں کرتا؟ (گالی نہیں دیتا) پڑھ لیتے اور ساتھ ہی (اپنے مذہب کی کتاب) فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۲۱۴ سے اس حدیث کی تشریح بھی محدثِ دہلوی کی زبان سے سماعت فرما لیتے تو ان کی آنکھیں کھل جاتیں۔

امیر معاویہ نے خود مولا علیؑ

کو برا بھلا کہا

سنن ابن ماجہ ص۱۲ (باب فضل علی بن ابی طالب) طبع کراچی (میں مرقوم ہے) عن سعد بن ابی وقاصؓ قال قدم معاویہ فی بعض حجاتہ فدخل علیہ سعد فذکروا علیا فنال منہ فغضب سعد وقال تقول ھذا الرجل الحدیث میں ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے پانچویں خلیفۃ المسلمین نے خود حضرت علی علیہ السلام کو برا بھلا کہا اور

سعد بن ابی وقاصؓ نے غضبناک ہو کر کہا کہ تم ایسے شخص کو گالیاں دیتے ہو جس کی شان میں رسول پاکؐ نے یہ یہ فضیلیں بیان فرمائی ہیں۔ ذرا غور و فکر کر کے فرمائیں کہ امیرِ شام پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے غضب کی وجہ کیا ہے؟
اور پھر سیرت النبیؐ علامہ شبلی نعمانی جلد اول صفحہ ۶۶ تا صفحہ ۶۷ سے نوے سال تک آلِ فاطمہؑ کی توہین کرنے والے اور حضرت علی علیہ السلام پر منبروں پر لعن کرنے والے کے باب میں بھی اپنی زبان مبارک سے کچھ ارشاد فرما دیتے؟

خالد ابن ولیدؓ نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو گالیاں دیں

اور پھر عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال بین خالد بن الولید و بین عبد الرحمٰن بن عوف شیئ فسبد خالدا لحدیث: یعنی خالدؓ نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو گالی دی۔
حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو: (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۰ طبع دہلی۔ شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۳ طبع دہلی)

حضرت عمرؓ نے سعد بن عبادہؓ پر لعنت کی

لما بالیع عمر و ابو عبیدہ و من حضر من الانصار قال قائل قتلتم سعداً فقال عمر قتلہ اللہ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۵۷)
اور پھر قتلہ اللہ کا ترجمہ (عربی لغت کی کتاب) المنجد صفحہ ۶۰۸ سے قتلہ اللہ ای لعنہ اللہ پڑھ کر حضرت عمرؓ کو سعد بن عبادہؓ صحابی رسولؐ

پر لعنت کرنے سے بچانے کی کوئی تدبیر فرمائی ہوتی۔ (غرض) یہ صحابہؓ رسولؐ کو گالیاں دینا آپ کی اپنی کتابوں (کی رو) سے ——— آپ کے بزرگوں کا عمل رہا ہے نہ کہ شیعہ کا۔

صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ کے مطابق سعد بن ابی وقاصؓ کو معاویہ کا حضرت علیؑ پر سب کرنے کا حکم دینا اور سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۲ کے مطابق خود معاویہ کا مولائے کائنات کو برا کہنا، اور سیرت النبیؐ شبلی صفحہ ۶۶ تا صفحہ ۶۰ کے مطابق نوے سال تک منبر پر آلِ فاطمہؑ کی توہین اور حضرت علیؑ پر لعنتیں کرانا ——— (سامنے رکھ کر) ——— بتلایئے (مفتی صاحب!) حضرت علی علیہ السلام بقول آپ کے صحابی اور خلیفہ راشد بھی ہیں، ان پر سب و شتم کرنے والے معاویہؓ اور بنی امیہ کے عاملوں ——— کے خلاف آپ لوگوں نے کیا رائے قائم کی ہے؟ الٹا انعام کے طور پر اسے اپنا پانچواں خلیفہ رسولؐ مان لیا۔ پھر تم علی علیہ السلام کو کیسے مانتے ہو؟

صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۰ پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو گالیاں دیں۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف صحابی ہیں اور بقول آپ کے عشرہ مبشرہ میں بھی داخل ہیں۔ ان کو گالیاں دینے والے خالد بن ولید کے لیے کیا حکم ہے؟ الٹا آپ لوگوں نے صحابی کو گالیاں دینے والے کو سیف اللہ مان لیا ——— پھر کس منہ سے کہتے ہو کہ ہم صحابہؓ کرامؓ کے خادم ہیں اور جاں نثار ہیں؟

شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۵ کے مطابق حضرت عمرؓ نے سعد بن عبادہؓ پر لعنت کی اور سعد بن عبادہؓ اصحاب بدر میں شامل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ان کے احترام میں صحابہ کو تعظیمی قیام کا حکم دیا۔ اس صحابی کو گالیاں دینے والے کو آپ نے دوسرا خلیفۂ رسولؐ قرار دے لیا ہے۔ ایں چہ بوالعجبی است؟

جناب مفتی عبدالسبحان القادری صاحب! واضح طور پر سماعت فرمائیں کہ ہم شیعہ صحابۂ رسولؐ کو برا نہیں کہتے بلکہ ہم صرف لعنت کرتے ہیں حضرت علی علیہ السلام کے قاتلوں اور اہلبیتؑ رسولؐ کے دشمنوں پر اور وہ آپ کے مذہب میں بھی (نہ صرف) جائز بلکہ بقائے امت کا باعث ہے۔

چنانچہ آپ کے استاد المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر عزیزی پارہ عم ص۲۰۲ طبع مجتبائی دہلی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ناقۂ صالحؑ کے قتل کے بعد قومِ ثمود معذب بعذابِ الٰہی ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔ ناقۂ صالحؑ کی طرح حضرت علی علیہ السلام بھی چونکہ نبوتِ مصطفیٰؐ کے لیے معجزہ تھے، ان کی شہادت کے بعد امتِ محمدیہ مبتلائے عذاب ہو کر ہلاک کیوں نہ ہوئی، کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

فرق از دو وجہ اول آنکہ تمام فرقۂ ثمود بکشتن ناقہ راضی شد۔ و ازیں امت اکثرے اشخاص بایں حرکت کنندہ راضی نہ شدند بلکہ برآں حرکت کنندہ نفرین و لعنت فرستادند۔ یعنی فرق دو وجہ سے ہے۔ اول یہ کہ تمام قومِ ثمود قتلِ ناقہ سے خوش ہوئی، اس لیے ہلاک ہو گئی۔ اور اس کے برخلاف اس امتِ مسلمہ کی اکثریت نے قاتلِ علی علیہ السلام سے نفرین کی اور اس پر لعنت بھیجی۔ اس لیے عذاب الٰہی سے محفوظ رہی۔ وغیرہ ذالک۔

اعتراض ۴ مفتی عبدالسبحان القادری

مسلمانوں کی اذان جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رواج دیا۔ اس کو شیعہ نہیں مانتے بلکہ ان کی اذان مروجہ اذان سے مختلف ہے۔ شیعہ فرقہ نے جن الفاظ کا اضافہ اپنی اذان میں کیا ہے وہ بھی ایک وجہ اختلاف ہے۔

الجواب:

جناب مفتی عبدالسبحان القادری صاحب کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کی اذان جس کو آنحضرتؐ نے رواج دیا کو شیعہ نہیں مانتے۔ سو فیصد غلط اور بہتان عظیم ہے۔ مفتی صاحب میں اگر ہمت ہے تو اپنی اذان میں سے ایک ایسے جملہ کی نشاندہی تو کریں جس کے شیعوں نے (کبھی جزوِ اذان ہونے سے) انکار کیا ہے۔ (ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین)

مفتی عبدالسبحان قادری کی اذان

مفتی عبدالسبحان صاحب کے مذہب کی اذان پندرہ کلمات وفصول پر مشتمل ہے۔ میں عرض کیے دیتا ہوں:

اللہ اکبر ۱ اللہ اکبر ۲ اللہ اکبر ۳ اللہ اکبر ۴ اشہد ان لا الٰہ ۵ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ ۶ اشہد ان محمد رسول اللہ ۷ اشہد ان محمد رسول اللہ ۸ حی علی الصلوٰۃ ۹ حی علی الصلوٰۃ ۱۰

حی علی الفلاح[۱۱] حی علی الفلاح[۱۲] اللہ اکبر[۱۳]
اللہ اکبر[۱۴] لا الٰہ الا اللہ[۱۵]۔

جناب والا! یہ اذان ہے جسے بقول مفتی صاحب کے آنحضرتؐ نے رواج دیا۔ اس میں کونسا جزا ایسا ہے جس کے شیعہ منکر ہیں اور اسے جزوِ اذان نہیں مانتے، بتاؤ تو!!

مگر میں تبلا دینا چاہتا ہوں کہ آنحضرتؐ نے آپ کی کتاب مشکوٰۃ شریف باب الاذان کے مطابق جو اذان حضرت ابو محذورۃؓ (صحابی) کو سکھائی اس کے کلمات و فصول پندرہ نہیں بلکہ انیس ہیں:

وعن ابی محذورۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمہ الاذان تسع عشرۃ کلمۃ والاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد والنسائی والدارمی وابن ماجہ: یعنی ابو محذورہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو ایسی اذان تعلیم دی جو انیس کلمات و فصول اور اقامت سترہ کلمات و فصول پر مشتمل ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو احمدؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، دارمی اور ابن ماجہ نے۔

(مشکوٰۃ شریف باب الاذان صـ۶۳ طبع دہلی)

مفتی صاحب موصوف یہ انیس فصول اذان اپنی اذان پر فٹ کر کے تو بتائیں۔ میں دیکھوں گا کہ وہ کیسے اس معمہ کو حل فرماتے ہیں، مگر میں بلاجھجک عرض کروں گا کہ یہ فصول صرف اور صرف شیعہ اذان ہی سے مطابقت رکھتی ہیں۔

شیعہ کی اذان

اللہ اکبر۱ اللہ اکبر۲ اللہ اکبر۳ اللہ اکبر۴
اشہد۵ ان لا الہ الا اللہ اشہد۶ ان لا الہ
الا اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد
ان محمد رسول اللہ۔ اشہد ان۹ (امیر
المومنین و امام المتقین) علیاً ولی اللہ اشہد
ان۱۰ (امیر المومنین و امام المتقین) علیاً ولی اللہ
حی علی الصلوٰۃ۱۱ حی علی الصلوٰۃ۱۲ حی علی۱۳
الفلاح حی علی۱۴ الفلاح حی علی خیر۱۵ العمل
حی علی خیر العمل۱۶ اللہ اکبر اللہ اکبر۱۸
لا الہ۱۹ الا اللہ۔

کیوں جناب! شیعہ کی اذان بلحاظِ فصول تو آپ کی مشکوٰۃ شریف سے بھی ثابت ہو رہی ہے۔ اب کیا خیال ہے۔ یاد رہے ہم نے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ کو صرف ایک بار الحجۃ للخصم من مسلماتہ کے تحت درج کیا ہے۔ ورنہ شیعی اذان میں یہ کلمہ طیبہ بھی دیگر فصول و کلمات کی طرح استحباباً دو بار پڑھا جاتا ہے۔ فتدبر!)

مفتی صاحب ہاتھ پاؤں مار کر زیادہ سے زیادہ فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کریں گے تو بھی صرف سترہ فصول بنیں گی اور پھر مشکل اور آن پڑے گی کہ الصلوٰۃ خیر من النوم کی پیغمبر اکرم

نے تعلیم ہی نہیں دی ہے بلکہ یہ جملہ تو حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں اور وہ بھی صرف فجر کی اذان میں شامل کرا دیا تھا۔

الصلوٰۃ خیر من النوم بدعتِ عمری ہے

ان المؤذن جاء الی عمر بن الخطاب یؤذنه الصلوٰۃ الصبح فوجده نائما فقال الصلوٰۃ خیر من النوم فامره عمر ان یجعلها فی نداء الصبح۔

حضرت عمرؓ کے پاس مؤذن آیا نمازِ صبح کی خبر کرنے کو تو سوتا ہوا پایا حضرت عمرؓ کو۔ پس کہا اس نے الصلوٰۃ خیر من النوم۔ یعنی نماز بہتر ہے سونے سے اے امیر المومنین! تو حکم کیا حضرت عمرؓ نے مؤذن کو کہ کہا کرے اس کلمہ کو صبح کی اذان میں۔ اس اثر کو دار قطنیؒ نے ابن عمرؓ سے مسنداً روایت کیا ہے کہ عمرؓ نے مؤذن سے کہا جب پہنچے تو حی علی الفلاح پر فجر کی اذان میں تو کہو بعد اس کے الصلوٰۃ خیر من النوم۔ دیکھو!

۱۔ مؤطا امام مالک مترجم ص۹ طبع کراچی ۲۔ الفاروق علامہ شبلی ص۲۹۵ طبع کراچی

یاد رہے کہ سنی محدثین اور فقہاء الصلوٰۃ خیر من النوم کو تثویب کہتے ہیں:

ان التثویب الاصلی کان الصلوٰۃ خیر من النوم لا غیرہ فی اذان الفجر خاصۃً یعنی اصلی تثویب سوائے الصلوٰۃ خیر من النوم کے کوئی اور نہ تھی وہ بھی فجر کی اذان میں۔ (ھدایۃ اولین ص۸۴ برحاشیہ ۱۴)

تثویب حضرت علیؑ اور ابن عمرؓ کے نزدیک بھی "بدعت" ہے

الف۔ ہدایۂ اولین کے حاشیہ نمبر ۸ پر مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام

نے ایک شخص کو تثویب یعنی الصلوٰۃ خیر من النوم کہتے دیکھا تو آپ نے حکم دیا کہ اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔

ب : حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مؤذن سے تثویب یعنی الصلوٰۃ خیر من النوم سنا تو (بقول) مجاہد عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا اس الصلوٰۃ خیر من النوم کہنے والے بدعتی کے پاس سے باہر نکل جائیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: (ھدایۃ اولین ص۸۴ برحاشیہ ۵)

اذان میں علی ولی اللہ پڑھنے پر شور مچانے والو! تم نے الصلوٰۃ خیر من النوم کس آیۂ قرآنی اور حدیث صحیح سے میکر شامل اذان کیا ہے ؟ اور اگر تمہارے الصلوٰۃ خیر من النوم کہہ لینے سے اذان کا کچھ نہیں بگڑتا تو بتاؤ! علی ولی اللہ کہنے سے کیا بگڑے گا۔ اگر تم کہوگے کہ لوگوں کو نیند سے بیدار کرنے کیلئے فجر کی اذان میں (ہم لوگ) پڑھتے ہیں تو جواباً عرض ہے کہ ہم بھی ولایتِ علیؑ کے غافلوں کو ولایتِ مولا علیؑ یاد دلانے کیلئے پڑھتے ہیں اور اس کیساتھ حکم امام معصومؑ بھی شامل ہے۔

حی علیٰ خیر العمل اذان میں

اب رہا مفتی صاحب کے بقول "شیعہ فرقہ نے جن الفاظ کا اضافہ اپنی اذان میں کیا ہے وہ بھی وجہ اختلاف ہے"۔

جناب والا! جن دو جملوں کو بزعم خویش اضافہ تصور کرتے ہیں (وہ اضافہ) ہم نے نہیں کیا بلکہ اس کو خدا و رسولؐ کے ارشادات کی روشنی میں بحکم امام معصوم پڑھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ مفتی صاحب کے مذہب کی کتابوں سے بھی ثابت ہے۔

ان میں سے ایک کلمہ "حی علیٰ خیر العمل" ہے جسے حی علی الفلاح

کے بعد اذان میں پڑھا جاتا ہے۔ جو بقول ان کے شیعہ اپنی اذان میں اضافہ کے طور پر پڑھتے ہیں۔

حی علی خیر العمل اور عبداللہ ابن عمرؓ

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے بلکہ صحابی ابن صحابی ہیں وہ بھی اپنی اذان میں کبھی حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل پڑھتے تھے۔

اخرج البیھقی فی سنۃ الکبریٰ باسناد صحیح عن عبداللہ بن عمرؓ انہ کان یوذن حی علی خیر العمل احیاناً و روی فیھا عن علی بن الحسین انہ قال ھو الاذان الاول۔

یعنی امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب حدیث "سنن الکبریٰ" میں بسند صحیح روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی اذان میں کبھی کبھی "حی علی خیر العمل" کہتے اور امام علی زین العابدین علیہ السلام سے بھی اسی کتاب میں منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا: ھو الاذان الاول یعنی ابتدائی اذان ہی وہ ہے جس میں حی علی خیر العمل پڑھا جائے۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو:

نیل الاوطار علامہ شوکانی جلد ۲ ۔ ص۲۱۴ طبع مصر۔

اب ذرا نظر کرم مبذول فرمایئے۔ اپنے امام اعظم کے شاگرد رشید امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موطا امام محمدؒ کی طرف جس میں عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں مرقوم ہے کہ وہ اذان میں حی علی الفلاح کے بعد حی علی خیر العمل

پڑھتے تھے۔ اس حدیث کی شرح میں شارح حدیث رقمطراز ہیں: "عبداللہ بن عمرؓ کا فعل ہے جس پر احتمال ہو سکتا ہے شاید سنتِ رسولؐ ہی ہو۔ اگر کوئی اس پر بھی عمل کرے تو کچھ عیب نہیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو:

(موطا امام محمد مترجم صفحہ ۳۶ طبع لاہور)

عبداللہ بن عمرؓ جو آپ کے نزدیک صحابی ابن صحابی اور خلیفۂ ثانی کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ انھیں تو اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہنے پر کسی نے نہ روکا، اور نہ ہی آج تک کسی مفتی صاحب نے ان پر بدعتی ہونے کا فتویٰ صادر کیا اور نہ ہی ان کا گھر اور مسجد جلا کر کسی مسلمان نے انھیں گھر سے بے گھر کیا، اور نہ ہی کراچی کی سیدانیوں کی طرح ان کی بہو بیٹیوں کو بے مقنعہ و چادر برہنہ پا جلتے مکانوں کے شعلوں کی لپیٹ سے بھاگ کر کہیں اور جگہ جا کر اپنی عزت بچانا پڑی، اور نہ ہی آج تک "سنن کبریٰ بیہقی" اور "موطا امام محمدؒ" کو کسی فسادی ملّا نے جلا کر دریا برد کیا کہ ان میں اذان میں اضافہ کیوں درج کیا گیا ہے۔

آج شیعہ کی اذان کو رکوانے اور جس مسجد و امام باڑہ میں یہ اذان پڑھی جاتی ہے اُسے جلانے، گرانے اور سیدانیوں کو بے گھر کرنے کا عمل کس یہودی کے اشارے پر اختیار کیا گیا ہے؟

کیا یہ سب کچھ اس لیے تو نہیں کہ شیعہ کے نائب امام خمینی نے ایران سے اسرائیلیوں کو بھگا کر وہاں اپنے سنی مسلمان بھائیوں یعنی مجاہدین فلسطین کو وہ سفارت خانے سونپ دیے اور ان کو تمام تر سہولتیں مہیا کیں اور نہ صرف دنیائے اسلام میں بلکہ پوری دنیا میں اسرائیل کے "سرپرست اعلیٰ"

امریکہ کو ننگا کردیا اور عالم اسلام کے مسلمانوں کو دعوتِ اتحاد دی کہ باہمی اتحاد کرکے کفر کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں اور مستضعفین اسلام کے حقوق کی حفاظت کے لیے سعی کریں۔ ٹھنڈے دل سے سوچیں اور بتائیں کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے ہیں؟

دراثباتِ علیؑ ولی اللہ

١۔ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔

ماسوائے اس کے نہیں یعنی صرف تمہارا حاکم و ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے قائم کرتے ہیں نماز کو اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ کو اس حال میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ (قرآن مجید پارہ ٦ سورۃ المائدہ۔ آیت ٥٥)

مندرجہ ذیل تفاسیر (قرآن) میں مرقوم ہے کہ یہ آیۂ مبارکہ (حضرت علی علیہ السلام کی شان میں) اس وقت نازل ہوئی جب جناب امیر علیہ السلام نے حالتِ رکوع میں انگوٹھی خیرات فرمائی۔ (اس مطلب کی تائید میں مزید حوالہ جات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں):

١۔ تفسیر موضح القرآن صـ ١٥٨ طبع لاہور
٢۔ تفسیر جلالین بر حاشیہ جلد ١ صـ ١٣١ طبع مصر
٣۔ تفسیر الصاوی علی الجلالین جلد ١ صـ ٢٥٣ ″
٤۔ تفسیر فتح البیان جلد ٣ صـ ٥٨ ″

۵۔ تفسیر فتح القدیر جلد ۲ صـ ۵۳ طبع مصر
۶۔ تفسیر ابن جریر جلد ۶ صـ ۱۶۵ 〃 〃
۷۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صـ ۷۱ 〃 〃
۸۔ تفسیر بیضاوی جلد ۱ صـ ۲۳۶ 〃 〃
۹۔ تفسیر النسفی جلد ۱ صـ ۲۸۹ 〃 〃
۱۰۔ تفسیر مظہری جلد ۳ صـ ۱۴۰ طبع دہلی
۱۱۔ تفسیر غرائب القرآن جلد ۶ صـ ۱۴۵ طبع مصر
۱۲۔ تفسیر کشاف جلد ۱ صـ ۱۲۴ 〃 〃
۱۳۔ تفسیر الدر المنثور جلد ۲ صـ ۲۹۳ 〃 〃
۱۴۔ تفسیر الخازن جلد ۲ صـ ۶۷ 〃 〃
۱۵۔ تفسیر معالم التنزیل جلد ۲ صـ ۶۷ 〃 〃
۱۶۔ تفسیر وحیدی زیر آیہ انما ولیکم اللہ (علامہ وحید الزمان)
۱۷۔ تفسیر کبیر رازی جلد ۳ صـ ۴۱۷ طبع مصر

قرآن مجید کی اس آیت کی رو سے ہمارے حاکم و ولی تین ثابت ہوتے ہیں۔ ایک اللہ تعالےٰ۔ دوسرے رسولؐ اللہ اور تیسرے حضرت علی علیہ السلام۔ ہم لا الہ الا اللہ میں اللہ کی ولایت کا اقرار، اور محمد رسول اللہ کے لفظوں میں نبی پاکؐ کی نبوت کا اظہار اور علی ولی اللہ میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کرتے ہیں اور ایسا کرنا ضروری ہے، ورنہ قیامت تک ایک تہائی آیت عمل کے بغیر رہ جاتی ہے۔

۲۔ یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر

منکم الآیہ میں بھی انہی تین اطاعتوں کا ذکرِ خیر ہے۔ لا الہ الا اللہ میں اطاعت خدا۔ محمد رسول اللہ میں اطاعتِ مصطفیٰ ؐ اور علی ولی اللہ میں اطاعت مرتضیٰ جو بعد رسولِ مقبول ؐ مفترض الطاعۃ امام اور اولوا الامر منکم کے مصداق اصلی ہیں کیونکہ بقول علامہ رازی اولوا الامر کے لیے بھی نبی کی طرح معصوم ہونا لازمی ہے۔ (قرآن مجید پارہ ۵۔سورۃ النساء۔آیت نمبر ۵۹)

۳۔ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لایھدی القوم الکافرین

اے رسولؐ! پہنچا دو وہ شے جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی جا چکی ہے۔ اور اگر آپ نے اسے نہ پہنچایا تو جان لے کہ تم نے اپنے رب کی رسالت کو نہیں پہنچایا اور اللہ تمہیں لوگوں سے بچائے گا اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ہے کافروں کو۔

(قرآن مجید پارہ ۶۔رکوع ۱۴ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۵)

مندرجہ ذیل تفاسیر اہل سنت میں مرقوم ہے کہ یہ آیہ کریمہ حضرت علی علیہ السلام کے حق میں مقامِ غدیر پر نازل ہوئی۔ مزید براں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم زمانہ رسولؐ میں اس آیہ مبارکہ کو اس طرح قرائت کرتے تھے: "یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین" (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

۱۔ تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ طبع مصر

۲ تفسیر فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۶۰ طبع مصر

۳۔ تفسیر فتح البیان جلد ۳ صـ ۸۹ طبع مصر

۴۔ تفسیر مظہری جلد ۳ صـ ۱۵۳ طبع دہلی

۵۔ تفسیر وحیدی صـ طبع لاہور

زیر آیت یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ یعنی ان علیا مولی المومنین میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے پہنچانے کا حکم ہے جس کو میرے آقا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقام غدیر خم پر "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے اعلان کی صورت میں بہ تمام و کمال پہنچا دیا تھا۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

۱۔ مشکوٰۃ شریف صـ ۵۶۵ طبع دہلی

۲۔ ترمذی شریف جلد ۲ صـ ۲۹۸ طبع مصر

۳۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صـ ۳۴۹ طبع ملتان

یہ حدیث غدیر عند المحدثین نہ صرف (بالکل) صحیح اور متواتر (بھی) ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہوں):

۱۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صـ ۳۴۲ طبع ملتان

۲۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ۳ صـ ۲۳۱ (طبع دکن)

۳۔ تفسیر مظہری جلد ۳ صـ ۱۴۲ طبع دہلی

۴۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ ۵۲۱ طبع نول کشور

۵۔ الصواعق المحرقۃ صـ ۴۰ و صـ ۱۲۰ طبع مصر

علی ولی اللہ کی دستار بندی

حدیث غدیر یعنی (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) کے اعلان حق کے بعد خود امیرالمومنین (علیؑ) فرماتے ہیں کہ رسول پاک نے میرے سر پہ دستار بندی بھی (اپنے ہاتھوں سے) کرادی تاکہ دنیا یہ سمجھ جائے کہ بعد پیغمبرؐ حاکمِ دینِ مصطفیٰؐ علیؑ ابن ابیطالبؑ ہیں:

عن علی عممنی رسول اللّٰہ یوم غدیر خم بعمامۃ

یعنی مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا نے بروز غدیر خم میرے سر پہ عمامہ (خود) باندھا۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

مسند ابوداؤد الطیالسی جلد اول ص۲۴۱ طبع مصر

تکمیلِ دین بولایت علی علیہ السلام

اعلان ولایت "علیؑ" بغدیر خم کے فوراً بعد اللہ تعالٰی نے آیۂ مبارکہ "الیوم اکملت لکم دینکم" نازل فرما کر دنیا کو بتلا دیا کہ گو توحید و رسالتؐ نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ اور خمس و جہاد وغیرہ (دین) ہیں مگر تکمیل دین اعلانِ ولایت علیؑ کے بغیر نہیں ہو پاتی۔

عن ابی سعید الخدری انہا نزلت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم غدیر خم حین قال لعلیؑ من کنت مولاہ ۔ فعلی مولاہ ثم رواہ ابوھریرہ وفیہ انہ الیوم الثامن عشر من ذی الحجۃ یعنی مرجعہ من حجۃ الوداع۔

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غدیر خم پر (جبکہ آپ نے حضرت علیؑ کے لیے من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا) نازل ہوئی۔ پھر اسے ابو ہریرہؓ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں یہ بھی وضاحت ہے کہ ۱۸ ذی الحجہ کے دن جب آنحضرتؐ حجۃ الوداع سے واپس لوٹے (حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو):

۱۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۴ طبع مصر ۲۔ تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ طبع مصر

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہؓ ایسے ہر دو صحابہ رسولؐ کے بیان سے روز روشن کیطرح واضح ہو گیا کہ جب تک آنحضرت نے غدیر خم پر ولایت علیؑ کی تبلیغ نہیں فرمائی اس وقت تک خالق اکبر نے دین اسلام کو اکملیت کی سند عطا نہیں فرمائی۔ جب اظہار و "اعلانِ" ولایتِ علیؑ کے بغیر پورا دین مکمل نہیں ہوتا تو اسکے بغیر مومن کے کلمہ و اذان کیسے مکمل ہونگے؟"

تکمیل ایمان بولایت علی علیہ السلام

اس کے علاوہ رسولِ خدا نے ایک طولانی حدیث کے آخر میں فرمایا:
ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن بعدی۔ بہ تحقیق علیؑ محمد سے ہے اور میں علیؑ سے ہے۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔

(حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

۱۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ طبع مصر۔ ۲۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۴ طبع دہلی۔
۳۔ مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۱۱ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن
۴۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۰ طبع ملتان۔ ۵۔ الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۳ طبع مصر

اس حدیث کے بارے میں خود امام ترمذی نے "ھذا حدیث حسن" فرمایا ہے (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ اور میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۴۱۰ پر

علامہ ذہبی رقمطراز ہے: قال ابن عدی ادخلہ النسائی فی صحاحہ
یہ فرمانِ رسولؐ حذا واضح فرمارہا ہے کہ اقرارِ ولایتِ علیؑ کے بغیر مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا (لہٰذا) ہم بھی کلمہ واذان میں علی ولی اللہ اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے پڑھتے ہیں۔ مفتی صاحبان کو اس پر اعتراض کیوں؟

احادیثِ رسولؐ نصِ محکم

بر وجوبِ ولایتِ علیؑ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ وھو ولی کل مومن بعدی
دونوں حدیثوں کے باب میں مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کے بارے میں "العثمانی الحنفی المظہری المجددی النقشبندی" مرقوم ہے۔ اپنی تفسیرِ مظہری میں تحریر فرماتے ہیں: ھذان الحدیثان اولیٰ بالاحتجاج من الایۃ لانہ نصّ محکم فی وجوب ولایۃ علیؑ۔ یعنی یہ دونوں حدیثیں آیت (انما ولیکم اللہ) سے زیادہ لائقِ احتجاج ہیں اس لیے کہ احادیث ولایت، ولایتِ علی علیہ السلام کے وجوب پر نص محکم ہیں۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):
تفسیر مظہری جلد ۳ ص ۱۴۳ طبع دہلی

حضرت علیؑ قطبِ ولایت ہیں

اور یہی قاضی صاحب موصوف اپنی تفسیرِ مظہری کی جلد دوم میں مولا علی کو قطبِ ولایت تحریر فرماتے ہیں۔ وکان قطبِ ارشادِ

کمالاتِ الولایۃ علی علیہ السلام ما بلغ احد من لاامم السابقۃ درجۃ الاولیاء الا بتوسطِ روحہٖ رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت علی علیہ السلام ولایت کے قطب ارشاد ہیں۔ سابقہ امتوں میں بھی کوئی شخص اس وقت تک درجۂ ولایت پر فائز نہیں ہوا سوائے حضرت علی علیہ السلام کی روح کے توسل کے۔ (حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیں): تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۱۳ طبع دہلی۔

ولایتِ علیؑ معیارِ شرافت ہے

علامہ ابن حجر مکیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الصواعق المحرقہ" میں حضرت عمرؓ کا فرمان نقل کیا ہے: واعلموا انہ لا یتم شرف الا بولایۃ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: جان لو! کوئی شرف تمام نہیں ہوتا۔ مگر ولایت علیؑ (کے اقرار) کے ساتھ۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

(الصواعق المحرقہ ص ۱۷۶ طبع مصر)

بروزِ قیامت ولایتِ علیؑ کا سوال

علامہ ابن حجر مکیؒ اپنی مذکورۃ الصدر کتاب الصواعق المحرقہ میں مزید رقمطراز ہیں کہ بروزِ قیامت (توحید و رسالتؐ، دین اور کتاب کے ساتھ ساتھ) ولایتِ علی علیہ السلام کا سوال بھی ہو گا۔

عن ابی سعید الخدری النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: وقفوھم انھم مسؤلون: عن ولایۃ علیؑ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا (بروزِ قیامت

خداوند تعالیٰ فرمائے گا، ابھی روکو انھیں۔ یہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں پوچھے جائیں گے۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ الصواعق المحرقہ ص۱۴۷ طبع مصر
۲۔ منصبِ امامت اسمٰعیل دہلوی ص۸۷ طبع لاہور

انبیائے ماسبق اور اقرارِ ولایتِ علیؑ

علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن کی جلد ۲۵ برحاشیہ تفسیر ابن جریر واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا الایۃ کے تحت حدیثِ رسولؐ بروایت عبداللہ بن مسعودؓ نقل فرمائی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ شبِ معراج مسجدِ اقصیٰ میں جب امام الانبیاءؐ نے انبیاءِ (ماسبق) کو نماز پڑھائی تو خالق کی طرف سے فوراً ایک فرشتہ حاضر بارگاہ ہوا کہ حبیبؐ! ان انبیاء و رسل (جو آپ کے سامنے حاضر ہیں) سے دریافت تو کیجیے کہ یہ کس بات پر مبعوث برسالت ہوئے، دریافت پر (جواباً) فرمایا گیا: قال علی ولایتك وولایۃ علی بن ابی طالبؑ۔ یعنی فرمایا (اے حبیبؐ) تیری اور علیؑ بن ابی طالب کی ولایت پر مبعوث (برسالت) ہوئے۔

حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو:

تفسیر غرائب القرآن جلد ۲۵ ص۵۰ طبع مصر
(برحاشیہ تفسیر ابن جریر الطبری)

کلمہ و اذان میں علیؑ ولی اللہ کیوں؟

اور کس لیے؟

مفتی صاحب! ہمارے کلمہ و اذان میں ولایتِ علیؑ کے (اعلان اور) اقرار و اظہار کی چند وجوہات ہیں:

۱- چونکہ نصِ قرآن سے ولایتِ علیؑ ثابت ہے۔ آیہ انما ولیکم اللہ میں ولی بمعنی حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہے۔ شیعہ اس لیے کلمہ و اذان میں علیؑ ولی اللہ کا اقرار کرتے ہیں تاکہ عدمِ اقرار کے باعث اس تیسرے ولی اور حاکمِ دین کے باغیوں میں شمار نہ ہوں۔

۲- چونکہ حدیثِ ترمذی کی رو سے اقرارِ ولایتِ علی کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا۔ شیعہ اس لیے اپنے کلمہ و اذان میں علیؑ ولی اللہ پڑھتے ہیں۔ تاکہ ان کا ایمان کامل رہے اور اس میں کسی قسم کا نقص نہ آنے پائے۔

۳- چونکہ روایت الصواعق المحرقہ کے مطابق بقولِ حضرتِ عمرؓ کسی قسم کا شرف بدونِ ولایت حاصل نہیں ہوتا، شیعہ اس لیے اپنے کلمہ اور اذان میں علیؑ ولی اللہ پڑھتے ہیں تاکہ دنیا کو بتلا دیں کہ ہم لوگ شریف ہیں اور حضرت عمرؓ کے بتلائے ہوئے شرف سے بحمد اللہ مشرف ہیں۔

۴- حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک تمام نبیوں کے کلمے، جیسا کہ آپ کے مولوی صاحبان صبح و شام بیان فرماتے ہیں اور دنیا کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں لا الہ الا اللہ آدمؑ صفی اللہ۔ لا الہ الا اللہ نوحؑ نجی اللہ۔ لا الہ الا اللہ ابراہیم

خلیل اللہ۔ لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ۔ لا الہ الا اللہ عیسیٰؑ روح اللہ تمام دوجزئی تھے جو اس بات کے غماض تھے کہ اس دوجزئی کلمے کے بعد کسی دوسرے کلمے کے آنے کے لیے گنجائش (باقی) ہے اور اس صاحبِ کلمہ نبیؑ کے بعد کسی دوسرے نبی کی آمد کے لیے بھی راستہ کھلا ہے کیونکہ ہر دوجزئی کلمہ کے بعد کلمہ اور صاحبِ کلمہ نبیؑ کے بعد نبیؑ مسلسل آتے رہے ہیں۔ شیعہ اس لیے اپنے کلمہ اور اذان میں شہادتین کے بعد (شہادت ثالثہ) علیؑ ولی اللہ کی گواہی دیتے ہیں تاکہ دنیا پر واضح کر دیں کہ محمد رسول اللہ کی ذات پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اب ——— علیؑ ولی اللہ کا دور ہے۔ (اب) جس کسی نے بھی آنا ہے ولی بنکر آنا ہے اور علیؑ ولی اللہ کا غلام بن کر آنا ہو گا۔

یہ کلمہ میں علیؑ ولی اللہ پڑھنے کی برکت ہے کہ چودہ سو سال گزر چکے ہیں شیعوں میں آج تک کوئی مدعی نبوت پیدا نہیں ہوا اور یہ حقیقت ہے کہ ایک جتنے بھی جھوٹے مدعیان نبوت بن کر آئے ہیں تمام تر اہل سنت و الجماعت (ہی میں) سے (آئے ہیں)۔ اب فرمایئے! ختم نبوت کے صحیح اور اصلی پاسدار شیعہ ہیں یا آپ اور (جعلی) سواد اعظم!

۵۔ جب حدیثِ عبداللہ بن مسعودؓ مندرجہ تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری جلد ۲۵ صفحہ ۵۵ کے مطابق آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک انبیاء (ما سبق) کی ولایتِ علیؑ کے اقرار کے بغیر نہیں نبھ سکی تو ہم اور آپ کس شمار میں ہیں۔ شیعہ اپنے کلمہ اور اذان میں اسی لیے تو علیؑ ولی اللہ کا اعلان کرتے

ہیں تاکہ سنتِ انبیاءؑ کے پیروکار اور ــــ پاسدار ــ رہیں۔

عرشِ عظیم پر کلمہ میں علیؑ ولی اللہ

علامہ قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب الشفاء (بتعریف حقوق المصطفیٰؐ) میں حدیثِ رسولِؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درج فرمائی ہے کہ شبِ معراج آنحضرتؐ نے عرشِ عُلاء پر بھی کلمہ میں علی علیہ السلام کا نام ہی دیکھا۔

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما اسری بی الی السماء اذا علی العرش مکتوب لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اید تہ بعلیؑ۔ یعنی ابو الحمراءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: جب شبِ معراج مجھے آسمان کی طرف لیجایا گیا۔ (میں نے) دیکھا تو عرشِ عظیم پر یہ کلمہ (طیبہ) نوشتہ ہے۔ لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اید تہ بعلیؑ۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰؐ جلد ا صـ ۱۰۲ طبع مصر

۲۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد ۲ صـ ۲۲۷ طبع مصر

۳۔ ذخائر العقبیٰ صـ ۶۹ طبع مصر

لوائے حمدِ رسولؐ پر علیؑ ولی اللہ

علامہ سلیمان قندوزی بلخی حنفی نے اپنی مشہور کتاب ینابیع المودۃ جلدؔ صـ پر عارف ربانی سید علی ہمدانیؒ کی تالیف "مودۃ القربیٰ" کے حوالہ سے حدیثِ رسولؐ نقل فرمائی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ بروزِ قیامت

والے حمد پر تین سطور لکھی ہوں گی۔ ان میں سے تیسری سطر میں علیؑ ولی اللہ لکھا ہوگا۔ جیسے شیعہ اپنے کلمہ اور اذان میں پڑھتے ہیں:

السطر الاول: بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۵

السطر الثانی: الحمد للّٰہ رب العٰلمین ۵

السطر الثالث: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علیؑ ولی اللّٰہ

حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

ینابیع المودۃ جلد ۲ صـ۷ طبع بیروت

باب جنت پر علیؑ ولی اللّٰہ

جابرؓ رفعہ رأیت علی باب الجنۃ مکتوباً لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ اخو رسول اللّٰہ۔

حضرت جابرؓ کی مرفوع روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نے باب جنت پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ اخو رسول اللّٰہ۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہوں):

۱- ینابیع المودۃ جلد ۲ صـ۷۵ طبع بیروت

۲- الریاض النضرۃ جلد ۲ صـ۲۲۲ طبع مصر

۳- ذخائر العقبیٰ صـ۶۶ طبع مصر

آخری دونوں کتابوں میں صرف اخو رسول اللّٰہ کے الفاظ درج ہیں۔

آنحضرتؐ نے ولایت و وصایت علیؑ پر صحابہؓ سے بیعت لی

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی کے بیان کے مطابق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اپنی حیات میں ولایت و وصایت علی علیہ السلام پر "صحابہ کرامؓ" سے بیعت لی۔ عقبة بن عامر الجهنی قال بایعنا رسول الله صلی الله علیه وسلم علی قول لا اله الا الله وحدهٗ لا شریک له وان محمداً نبیّهٗ وعلیاً وصیّهٗ فای من الخلاثة ترکناہ کفرنا۔

عقبہ بن عامر جہنی صحابیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسولؐ خدا سے اس قول پر بیعت کی۔ سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰؐ اس کے نبی اور علیؑ اس کے وصی ہیں اور اگر ہم نے ان تین شہادتوں میں سے کسی کو ترک کیا تو انکار کیا۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

ینابیع المودۃ جلد ۲ ص۳۳ طبع بیروت

شیعی کتابوں سے علیؑ ولی اللہ کا اثبات

اب تک جو بھی کتابیں پیش کی گئی ہیں وہ سب مذہب اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اب علی ولی اللہ کے اثبات کے لیے چند حوالجات

شیعی کتابوں سے پیش خدمت ہیں۔ شیعہ کلمہ اور اذان میں جو علی اللہ ولی اللہ پڑھتے ہیں وہ کتب تفاسیر و احادیثِ شیعہ کی رو سے منقول عن الائمہؑ ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید پارہ ۲۲ سورۃ الفاطر کی آیت الیہ یصعد الکلمۃ الطیب والعمل الصالح یرفعہ کی تفسیر میں امام رضا ثامنِ آلِ عبا علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا مومن کا کلمہ یہ ہے: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علي ولی اللّٰہ وخلیفتہٗ حقاً۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

البرہان فی تفسیر القرآن جلد ۳ ص ۳۵۸ طبع ایران

اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا مومن کا کلمہ طیبہ یہ ہے: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علي ولی اللّٰہ وخلیفۃ رسول اللّٰہ

(حوالہ کے لیے ملاحظہ ہوں):

۱۔ البرہان فی تفسیر القرآن جلد ۳ ص ۳۵۹ طبع ایران

۲۔ تفسیر الصافی ص ۵۰۳ طبع ایران

۳ تفسیر القمی ص ۵۴۴ طبع ایران

علیؑ ولی اللّٰہ کلمۂ فطرت ہے

آیۂ کریمہ فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیھا کی تفسیر میں ائمہ طاہرینؑ کے ارشادات خصوصاً امام محمد باقرؑ کے فرمان سے مومن کا کلمۂ ایمان بایں الفاظ ثابت ہے۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی امیر المومنین ولی اللّٰہ۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہوں):

۱- البرہان فی تفسیر القرآن جلد ۳ صـ۲۶۲ طبع ایران
۲- تفسیر الصافی صـ۴۷۲ طبع ایران
۳- تفسیر القمی صـ۵۰۰ طبع ایران

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طولانی حدیث کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ مومنین با تمکین بروز محشر اپنی قبروں سے (جب دوبارہ جی اٹھیں گے تو ان کے وردِ زبان بھی یہی کلمۂ طیبہ ہوگا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی حجۃ اللّٰہ۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو) من لایحضرہ الفقیہ صـ۲۶۳)

"حضرت امام حسن علیہ السلام اور کلمہ میں اقرارِ ولایت و خلافتِ بلافصل"

حضرت امام حسن علیہ السلام جو الحسن والحسین سید شباب اہل الجنۃ کے مصداق 'جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ آنحضرتؑ نے بھی وقتِ شہادت کلمہ میں علی علیہ السلام کی ولایت و خلافتِ بلافصل کی شہادت دی اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

ثم انہ وجہ وجہہ الی القبلۃ وغمض عینہ ومد یدیہ ورجلیہ بنفسہ متلقیاً مصرحاً بشہادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ وان محمداً عبدہٗ و رسولہ و ان الخلیفۃ من بعدہٗ بلافصل علی بن ابیطالب۔

پھر امام حسن علیہ السلام نے اپنا رخِ انور قبلہ کی جانب فرمالیا۔ اپنی دونوں آنکھیں بند کرلیں اور اپنے دونوں ہاتھ اور پاؤں خود سیدھے فرمالیے اور لیٹے لیٹے (بوقتِ آخر) صراحت کے ساتھ تین چیزوں پر مشتمل کلمۂ شہادت زبان پر جاری فرمایا یعنی اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریکٗ لہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہ وان الخلیفۃ من بعدہٖ بلا فصلٍ علی بن ابی طالب ۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

معالی السبطین فی احوال الحسنؑ والحسینؑ جلد اول ص۳۲ طبع ایران

اذان میں علیؑ ولی اللّٰہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کی خلقت کے وقت سب سے پہلے خالقِ حقیقی نے ایک فرشتہ کے ذریعہ جو اذان دلائی اس میں بھی علی امیر المومنین حقاً کی صورت (میں) ولایتِ علیؑ کی شہادت موجود تھی۔

عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام یقول قال انا اول اھل بیت نوّہ اللّٰہ باسمائنا وانہ لما خلق السمٰوٰت والارض امر منادیاً فنادی: اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ ثلاثاً اشھد ان محمد رسول اللّٰہ ثلاثاً اشھد ان علیا امیرالمومنین حقاً ثلاثاً۔

امام جعفر صادق علیہ السلام روایت فرماتے ہیں کہ ہم پہلے اہل بیتؑ ہیں۔ جن کے ناموں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے ناموں سے جدا

کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق فرمایا تو ایک ندا دینے والے (فرشتے) کو حکم دیا کہ (وہ) ندا (یعنی اذان) دے۔ پس اس نے تین دفعہ یہ ندا دی۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ اور پھر تین دفعہ کہا اشہد ان محمد رسول اللّٰہ اور پھر تین مرتبہ اشہد ان علیا امیرالمومنین حقاً (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

اصولِ کافی باب ولادۃ النبیؐ صفحہ ۲۷۹ طبع نولکشور ہند"

ندا بمعنیٰ اذان اور قرآن وحدیث سے تائید

ندا بمعنی اذان قرآن مجید پارہ ۲۸ سورۃ جمعہ کی آیۂ مبارکہ: اذا نودیَ للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ (میں) بھی آیا ہے اور مؤطا امام مالکؒ مترجم صفحہ ۹ پر بھی قولِ حضرت عمرؓ فأمرہ عمر ان یجعلھا فی نداء الصبح میں (بھی) ندا بمعنی اذان وارد ہوا ہے۔ فافہم

امام جعفر صادق کا فرمان برائے اقرارِ ولایتِ علیؑ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں اولاً وہ تمام موارد ذکر کیے ہیں جہاں جہاں توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ مولا علی علیہ السلام کا نامِ نامی وارد ہوا ہے۔ اس کے بعد مومنین کو

مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ فاذا قال احدکم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلیقل علی امیر المومنین۔ تم میں سے کوئی شخص بھی جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو ساتھ ہی علی امیر المومنین بھی کہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

کتاب لاحتجاج الطبرسیؒ ص۲۹ طبع عراق

اس فرمانِ معصومؑ کی شرح میں شارح بصیر "عبدالرزاق الموسوی المقام" رقمطراز ہے: امارواية الاحتجاج" اذا قال احد کم لا اله الا الله محمد رسول الله فليقل على امير المومنين" وان كان لسانها العموم فتشمل حتى الاذان الا ان العارف باساليب كلام المعصومينؑ لا يفوته الجزم بأن غرض الامام (ع) الاشارة الى جزئية الشهادة الثالثة فى الاذان۔

لیکن احتجاج طبرسیؒ والی روایت کہ تم میں سے کوئی شخص جب بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو ساتھ (ہی) علی امیر المومنین ضرور کہے۔ اس روایت کی زبان اگرچہ عموم ہے جو کہ اذان کو بھی شامل ہے تاہم آئمہ معصومین علیہم السلام کے اُسالیب کلام سے واقفیت رکھنے والے حضرات کے لیے یہ یقین کرنا لازمی ہے کہ امامؑ کی غرض اس روایت میں یہ ہے کہ شہادت ثالثہ اذان کا جزء ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

سر الایمان ص۵۵ و ص۵۶ طبع نجف

مقتدر علمائے شیعہ اور اذان میں علیؑ ولی اللہ

حوزۂ علمیہ قم کے ایک جلیل القدر عالم سرکار آقائی شیخ عبدالنبی عراقی ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ "سوگند بجانِ خودم در مسائل فقہ کمتر حکمے است کہ مدرکِ آن در قوت و متانت مانندِ مدرکِ شہادت ثالثہ شد۔ زیرا کہ فقہا و در اکثر مسائل بہ خبرِ واحد یا یک اجماعِ منقول اکتفاء می نمایند تا چہ رسد بہ شہادت ثالثہ اشہد ان علیا ولی اللہ کہ بیش از دہ حدیث مسند وارد۔ اختیارِ من در مشروعیتِ شہادتِ ثالثہ در اذان و اقامت این است کہ این کلمۂ مبارکہ جز اذان و اقامت است۔"

میری جان کی قسم! کہ مسائل فقہ میں کوئی کم ایسا حکم ہوگا جس (کا) مدرک متانت و قوت میں شہادتِ ولایت کی طرح ہو چونکہ فقہا اکثر مسائل میں خبرِ واحد یا ایک اجماعِ منقول ہی پر اکتفاء کر لیتے ہیں۔ مگر شہادتِ ثالثہ اشہد ان علیا ولی اللہ کے لیے دس سے زیادہ مسند احادیث موجود ہیں۔ میرا اختیار اذان میں شہادتِ ثالثہ کے بارے میں یہ ہے کہ یہ شہادت اذاں و اقامت کا جز ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو: الہدایۃ فی کون الشہادۃ بالولایۃ ص۳ طبع ایران۔

۲۔ سرکار علامہ محمد باقر مجلسیؒ بحار الانوار میں ارشاد فرماتے ہیں:

لا یبعد کون الشہادۃ بالولایۃ من الاجزاء المستحبۃ فی الاذان لشہادۃ الشیخ الطوسیؒ والعلامۃ الحلیؒ والشہیدؒ بورود الاخبار بہا۔

بعید نہیں ہے کہ شہادت ولایت اذان کے اجزائے مستحبہ میں سے ہو چونکہ شیخ طوسیؒ اور علامہ حلیؒ اور شہید ثانی کی شہادت وارد ہیں کہ اس بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو: بحار الانوار جلد ۱۸ صـ۱۶۲ طبع کمپانی۔

۳۔ سند الفقہاء سرکار آقائی یوسف بن احمد بحرانی (نے) اپنی استدلالی کتاب "الحدائق الناضرۃ" میں علامہ مجلسیؒ کا بیان نقل کر کے اس سے اتفاق فرمایا ہے: ھو جید یہ نہایت عمدہ قول ہے۔

۴۔ عمدۃ الفقہاء سرکار شیخ محمد حسین آل کاسف الغطاء نجفیؒ نے ارشاد فرمایا ہے: یمکن استفادۃ کون الشہادۃ بالولایۃ والصلوۃ علی النبیؐ اجزاء مستحبۃ فی الاذان والاقامۃ من العمومات

ممکن ہے کہ عمدہ روایات سے یہ قول مستفاد ہو کہ اذان واقامت (میں) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا اور شہادت ولایت کا بجالانا اذان کے اجزاء مستحبہ میں ہوں۔

حاشیۃ العروۃ الوثقیٰ صـ۶۳

۵۔ سرکار آقائی سید ابراہیم اصطہباناتی شیرازی نے اپنے علمیۂ ذخیرۃ العبادؒ

ص۲۶ میں شہادتِ ثالثہ کو اذان کا جزوِ واقعی قرار دیا ہے۔ چنانچہ آقائے مقرم نے بھی لکھا ہے: وآیۃ اللّٰہ (السید میرزا ابراھیم لا اصطھبانا تی النجفی یعتقد الجزئیۃ واقعاً۔ آیت اللہ اصطھباناتی واقعی طور پر جزئیت کے قائل ہیں۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو: سرّ الایمان ص۱۲ طبع نجف۔

۶۔ سرکار آقائی علی مدد قائنی نجفی اپنی تقریرات میں ارشاد فرماتے ہیں: ان العارف باسالیب کلام الامام لا یفوتہ الجزم بان غرض الامام الاشارۃ الی جزئیۃ الشھادۃ الثالثۃ فی الاذان۔
امام عالیمقام کے اسالیب کلام سے با تعارف ہونے کے بعد کسی شخص سے یہ یقین کرنا بعید نہیں رہ سکتا کہ امام کی غرض یہی تھی کہ (حدیث قاسم بن یزید بن معاویہ) میں شہادتِ ثالثہ کے اذان میں جز ہونے کی طرف اشارہ ہو جائے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو: سرّ الایمان ص۵۶ طبع نجف۔

۷۔ سرکار آقائی شیخ محمد تقی مامقانیؒ ارشاد فرماتے ہیں: اما خصوص الشھادۃ بالولایۃ والامرۃ فیھا فھو مما قد استقل علیہ عمل المتاخرین وھو فی محلہ بورود اخبار معتبرۃ فی ذلک۔ عموماً من غیرہ معارض وھی کافیۃ فی ذلک بل والجزئیۃ ایضاً لو قیل بہ
لیکن خصوصاً اذان میں شہادتِ ولایت و امارت (یعنی اشھد

ان علیا امیر المومنین کہنا) پس اکثر متاخرین کے نزدیک اس پر عمل مستقر ہو چکا ہے اور یہ بالکل بجا ہے۔ چونکہ اس بارے میں عمومی طور پر معتبر احادیث وارد ہوئی ہیں جو اس کے اثبات کے لیے بلکہ جزئیت کا قول اختیار کیا تو اس کے لیے بھی کافی ووافی ہے (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

صحیفۃ الابرار جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۶

۸۔ آیت اللہ المجاہد الحاج السید محمد الحسینی الشیرازی دام ظلہ العالی مادامت الایام واللیالی اپنی استدلالی کتاب الفقہ شرح عروۃ الوثقیٰ میں تحریر فرماتے ہیں: واما الشہادۃ لعلی علیہ السلام بالولایۃ وامرۃ المومنین ف) الظاھر انہا جزء من الاذان والاقامۃ کما تر الفصول وان قال المصنف: انہا لیست جزءاً منہما) اما وجہ العدم فلانہ لم ترد ھذہ الشہادۃ فی الروایات السابقۃ، واما وجہ الجزئیۃ فلانہ ورد ذلک فی جملۃ من الروایات التی لیست ھی باقل شاناً من روایات کثیر من المستحبات، وعدم ذکرھا فی الروایات السابقۃ لا یضر کیف وجل الامور المرکبۃ الشرعیۃ لا تجدھا مجموعۃ فی روایۃ الا شاذاً فہل ھیکل الصلوۃ بواجباتہا ومستحباتہا ونواقضہا او مفطرات الصیام او احکام الحج او غیرھا مذکورۃ مجموعۃ فی روایۃ واحدۃ۔

لیکن جناب امیرالمومنینؑ کی ولایت کی شہادت تو ظاہر یہی ہے کہ یہ اذان واقامت کے دیگر اجزاء کی طرح جزو ہے۔ اگرچہ مصنف نے جزئیت سے انکار کیا ہے تاہم اس کی وجہ یہ ہے کہ سابقہ روایات میں وارد نہیں ہوئی اور جزء ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت سی روایات میں وارد ہوئی ہے جو دیگر مستحبات ثابت کرنے والی روایات سے شان میں کم نہیں ہیں۔ اور سابقہ روایات میں اس کا مذکور نہ ہونا مضر نہیں چونکہ تمام شرعی امور ترتیب وار کسی روایت میں شاذ و نادر ہی وارد ہیں تو کیا نماز کی پوری ہیئت صورت مع واجبات و مستحبات و نوافل کے یا تمام مفطراتِ روزہ یا تمام احکامِ حج مجموعی طور پر کسی ایک روایت سے ثابت ہیں؟ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں): الفقہ کتاب الصلوٰۃ جلد ۳ صہ ۲۵ طبع ایران۔

اذان میں علیؑ ولی اللہ پر سنی علماء کی تصدیق

۱۔ سرکار آیۃ اللہ المجاہد المیرزا حسن الحائری الاحقاقی مرجع تقلید رقمطراز ہیں: اما اقامتھا فی حیاۃ الرسولؐ اللہ عن الشیخ عبداللہ المراغی المصری من اجلۃ علماء السنۃ قال۔ کان سلمانؓ یذکر الشھادۃ فی الاذان والاقامۃ بولایۃ علیؑ بعد الشھادۃ بالرسالۃ فمضی رجل الی رسول اللہ فاخبرہ بذالک فقال صلعم

سمعت خیراً: السلافة فی امر الخلافة

وایضاً عن ھذا الکتاب أتی رجل الرسولؐ اللہ فقال یا رسول اللہؐ ان اباذر یقول فی الاذان ۔ بعد الشہادة علی الرسالة اشھد ان علیا ولی اللہ فقالؐ حقیقة الامر ھو الذی سمعته من ابی ذرؓ وھل نسیت کلامی فی غدیر خم حیث قلت من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔

حیاتِ رسول صلعم میں کلمۂ ولایت کے اذان میں پڑھے جانے کے متعلق یہ روایت موجود ہے جس کو جلیل القدر عالم اہل سنت شیخ عبداللہ مراغی مصری نے کتاب السلافۃ فی امر الخلافۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت سلمانؓ فارسی اذان و اقامت میں شہادتِ رسالت کے بعد ولایتِ علیؑ کی شہادت دیا کرتے تھے۔ پس ایک شخص نے جا کر یہ خبر دی۔ پس آنحضرت نے فرمایا تو نے بھلائی ہی کو سنا ہے۔

اسی کتاب میں منقول ہے کہ ایک شخص نے جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! ابوذر غفاریؓ اذان میں آپ کی رسالتؐ کی شہادت دینے کے بعد اشھد ان علیا ولی اللہ کہتے ہیں۔ پس حضور نے فرمایا تو نے ابوذرؓ سے حق سنا ہے۔ کیا تو بھول گیا ہے کہ میں نے غدیر خم میں کہا تھا: من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

۱۔ الدین بین المسائل والمجیب جلد ۱ ص ۱۶ طبع کویت

۲۔ کتاب الفقہ جلد ۲ ص ۲۶ طبع ایران

۲۔ اہل سنت کے معروف فرقہ اہل حدیث کے عالم مولانا وحید الزماں حیدرآبادی اپنی کتاب انوار اللغۃ مطبوعہ حشمت الاسلام پریس بنگلور (انڈیا) پارہ ۱۸ صفحہ ۵ و صفحہ ۶ میں "النظر الی وجہ علی عبادۃ" کے ذیل میں لکھتے ہیں

ایک مرتبہ ایک مسجد میں امامیہ مؤذن اذان میں یوں پکارتا تھا: اشہد ان علیا ولی اللہ۔ اس پر بعض سنی مسلمان ناراض ہوئے۔ اور مجھ سے آکر شکایت کی۔ میں نے کہا کہ وہ موذن تو کہتا ہے: اشہد ان علیا ولی اللہ۔ میں تو اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں: اشہد ان علیا امام الاولیاء و سید الاوصیاء و خیر خلائق بعد الانبیاء

علامہ وحید الزماں کی کتاب انوار اللغۃ پاکستان میں لغات الحدیث کے نام سے دوبارہ چھپ چکی ہے۔

مسئلہ ماتم و عزاداری امام حسینؑ

(اعتراض رمنجانب مفتی عبدالسبحان القادری)

"یہ کہ محرم سے پہلے محرم میں اور محرم کے بعد نکلنے والے جلوسوں میں اہل تشیع ماتم کرتے ہیں اور یہ امور خلاف اسلام ہیں۔"

الجواب:

جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا بھر کے شیعہ اثنا عشری مظلوم کربلا حضرت امام حسینؑ کے غم میں گریہ و ماتم ضرور کرتے ہیں اور اسے اسلام

کے عین مطابق سمجھتے ہیں اور اس کے لیے بحمد اللہ (اپنے پاس) دلائل محکم بھی رکھتے ہیں۔

مفتی عبدالسبحان القادری صاحب کا یہ کہنا کہ "یہ امور خلافِ اسلام ہیں" سو فیصد غلط ہے۔ جس کی تردید آپ انشاء اللہ العزیز آئندہ صفحات میں ضرور ملاحظہ فرمائیں گے۔

دلائل پیش کرنے سے قبل اس امر کی وضاحت کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ مذہب حقہ شیعہ میں ہر کسی کا ماتم کرنا درست نہیں بلکہ ہم جزع و ماتم برائے مظلوم کی تخصیص کے قائل ہیں۔

تخصیص جزع برائے مظلوم

بفرمان معصومؑ

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کل الجزع والبکاء مکروہ سوا الجزع والبکاء علی الحسین علیہ السلام

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ہر جزع و بکاء مکروہ ہے سوائے جزع و ماتم اور آہ و بکاء حسین علیہ السلام کے۔

(بحار الانوار بحوالہ اقالتہ العاثر صفحہ ۲)

تخصیص جزع برائے مظلوم از قرآن

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعا علیما۔ نہیں دوست رکھتا اللہ پکار کر کہنا برے قول کا۔ مگر جو

ظلم کیا جاوے اور ہے اللہ سننے والا جاننے والا۔

(قرآن مجید پارہ ۶۔ سورۃ النساء آیت ۱۴۸)

اور بخاری شریف میں قول سُو کے معنی جزع بھی مرقوم ہیں: قال محمد بن کعب القرظی : الجزع القول السيئ و ظن السيئ۔

محمد بن کعب نے کہا کہ قول سُوء سے مراد جزع فزع اور ظن سُو یعنی گمان باطل بھی ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۶۰ طبع مصر۔

چونکہ حضرت امام حسینؑ مظلوم ہیں اس لیے قرآن مجید کی اس آیت اور بخاری کی روایت سے آنحضرتؐ پر گریہ و ماتم کا استثناء ثابت ہوا

رونا عارفوں کی ایک علامت ہے

واذا سمعوا ما انزل الی الرسول ترىٰ اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔

(قرآن مجید پارہ ۷، سورۃ المائدہ آیت نمبر ۸۳)

"مما عرفوا من الحق" سے واضح ہوا کہ رونا گناہ نہیں بلکہ عارفوں کی نشانی ہے اور منع کرنا غافلوں کی علامت۔

گریۂ ابوبکرؓ در غار

آیۂ غار خصوصاً " از یقول لصاحبه لا تحزن " کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رقمطراز ہیں: فجعل ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ یجزع۔ حضرت ابوبکرؓ جزع فزع کرنے لگے تو آنحضرتؐ نے لا تحزن کہہ کر انھیں تسلی وغیرہ دی۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص۳۵۸ طبع مصر

جوازِ گریہ بر محبوبانِ خدا

وتولی عنهم وقال یآسفیٰ علیٰ یوسف وابیضت عیناه من الحزن فهو کظیم۔ وقالوا تاالله تفتؤا تذکر یوسف حتیٰ تکون حرضاً او تکون من الهالکین ۔ اور منہ پھیر لیا ان سے اور کہا ہائے اوپر یوسفؑ کے اور سفید ہو گئیں آنکھیں یعقوبؑ کی غم سے۔ پس وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ کہا انھوں نے قسم ہے خدا کی آپ ہمیشہ ذکرِ یوسفؑ کرتے کرتے بیمار ہو جائیں گے بلکہ ہلاک۔

(قرآن مجید پارہ ۱۳ سورۂ یوسفؑ۔ آیت نمبر ۸۴-۸۵)

علامہ بیضاوی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ خون آلودہ قمیص اپنے چہرہ پر ڈال کر روئے " اور یہاں تک روئے کہ ان کا چہرہ اور داڑھی خونِ قمیص سے رنگین ہو گئی۔ (حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیں) تفسیر بیضاوی جلد ۱ ص۴۰۶ طبع مصر اور تفسیر مظہری جلد ۵ ص۱۹۳ طبع دہلی میں ہے کہ گریہ و بکاء کے صلہ میں حضرت یعقوبؑ کو سو شہید کی شہادت کا ثواب عطا ہوا۔

زوجۂ ابراہیم علیہ السلام کا ماتم اور قرآن

فاقبلت امراتہٗ فی صرّۃ فصکّت وجہھا وقالت عجوز عقیم۔ پھر آگے آئی بی بی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دروازے سے ہائے ہائے کرتی ہوئی پھر اپنا منہ پیٹا افسوس سے اور کہا کہ ہائے کیا جنے گی بچہ بڑھیا بانجھ۔

(قرآن مجید پارہ ۲۶۔ سورۃ الذاریات آیت نمبر ۲۹)

اس آیت میں لفظ "صکّت" وارد ہوا ہے جس کے معنی ضرب شدید کے ہیں اور بقول مولانا کاندھلوی کسی چوڑی شے (سے) ضرب شدید کو صکّت کہتے ہیں۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

۱۔ المنجد صفحہ ۴۳۰ طبع بیروت

۲۔ حاشیہ مقامات حریری صفحہ ۸۲

مفتی صاحب! اگر گریہ و ماتم خلافِ اسلام ہے تو بتلائیے! حضرت ابوبکرؓ کا غار میں جزع کرنا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا غمِ یوسف میں گریہ و ندبہ کرنا، اور بی بی سارہ زوجۂ ابراہیم علیہ السلام کا منہ پر طمانچے مار کر پیٹنا، جو قرآن مجید میں موجود ہے سب کچھ خلافِ شریعت ہی تھا؟

چھٹے پارہ کی پہلی آیت سے تخصیص جزع برائے مظلوم۔ ساتویں پارہ کی پہلی آیت سے رونا عارفوں کی نشانی۔ دسویں پارہ کی آیۂ غاز

میں حضرت ابوبکر کا جزع فزع کرتے نظر آنا اور تفسیر ابن کثیر کا اس پر مہر تصدیق ثبت کرنا۔ تیرھویں پارہ میں حضرت یعقوبؑ کا مذہب برائے یوسفؑ مظلوم اور چھبیسویں پارہ میں بی بی سارہؑ ام الانبیاءؑ کا منہ پر طمانچے مار کر پیٹنا ماتم مظلوم کربلا کے لیے (قرآنی) شواہد ہیں۔

ازراہِ کرم پورے قرآن مجید سے ایک آیت تو گریہ و ماتم کی مخالفت پر پیش کریں۔ قرآن مجید صرف نمازِ تراویح اور گیارھویں کے ختم کے لیے ہی پڑھتے ہو یا کبھی اسے سمجھنے کے لیے بھی تلاوت کیا ہے؟

آنحضرت کا گریہ و ماتم

حضور اکرمؐ کا گریہ بر عثمانؓ بن مظعون مشکوٰۃ شریف ص۱۴۷ میں مرقوم۔ اور آنحضرتؐ کا سعد بن خولہؓ پر مرثیہ پڑھنا بخاری جلد اول ص۱۵۹ طبع مصر میں موجود اور روزِ شہادت امام حسینؑ اشعث اغبر بیدہٖ قارورۃ۔ اور حسینؑ مظلوم کے غم میں علیٰ راسہٖ ولحیتہ التراب کی صورت میں گریہ و بکاء فرمانا مشکوٰۃ شریف ص۵۷ و ص۵۷۲ طبع دہلی میں موجود ہے۔ اور درِ بتولؑ سے لوٹتے وقت آنحضرتؐ کا زانو پیٹنا بخاری جلد اول ص۱۴۰ طبع مصر سے ثابت ہے۔ ھو قول یضرب فخذہ الحدیث اور اس کی شرح میں ابنِ حجر عسقلانی کا: فیہ جواز ضرب الفخذ عند التأسف (یعنی اس حدیث سے زانو پیٹنے کا جواز ثابت ہوتا ہے)۔ لکھ دینا منکرینِ ماتم کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو): فتح الباری شرح البخاری جلد ۳ ص۹ طبع مصر۔

خانۂ رسولؐ میں ازواجِ رسولؐ کا ماتم

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وفاتِ رسولؐ سے قبل آنحضرتؐ کا سرِ مبارک میری گود میں تھا۔ جب آنحضرتؐ کی وفات واقع ہوگئی اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی تو میں نے حضورؐ کا سرِ اقدس اٹھا کر تکیے پر رکھا اور خود باقی بیبیوں کے ساتھ سینہ کوبی کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور میں نے اپنا منہ پیٹ لیا۔ "وقمت التدم مع النساء واضرب وجھی۔ التدام کے معنی "ضرب الصدر" یعنی سینہ کوبی کرنا برحاشیہ سیرت ابن ہشام مرقوم ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہوں):

١۔ سیرت ابن ہشام جلد ٢ صفحہ ٦٥٥ طبع مصر
٢۔ سیرت حلبیہ جلد ٣ صفحہ ٤٥٤ طبع مصر
٣۔ تاریخ ابوالفداء جلد اول صفحہ ١٥٢ طبع مصر
٤۔ تاریخ طبری جلد ٣ صفحہ ١٩٩ طبع مصر

ظاہر ہے کہ وفاتِ سید الانبیاء کے وقت آنحضرتؐ کی نو بیویاں بیوہ ہوئیں جو وفاتِ رسولؐ کے وقت تقریباً سبھی موجود تھیں۔ عرض [illegible] یہ ہے کہ ایک میت کے گرد اگر نو عورتیں ماتم کر رہی ہوں تو معترضہ ماتم (قائم) ہوتا ہے یا نہیں؟ تو پھر ان ماتمی حلقہ کی ماتمیات کے لیے فرمائیں کہ ان کا یہ فعل اسلامی تھا یا غیر اسلامی؟

حضرتِ خدیجۃ الکبریٰؑ کا ماتم

فضربت خدیجۃ جبھتھا۔ پس پیٹ لیا حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ نے اپنی پیشانی کو۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۲۳ طبع بیروت

ب۔ خدیجہؑ خاتون را ازیں حال خبر شد۔ از منزلِ خود بیروں دوید و دست بر سر میزد۔ جب حضرت خدیجہؑ کو اس صورتِ حال کی خبر ہوئی تو سر کو پیٹتی ہوئی گھر سے باہر نکل آئیں۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

معارج النبوۃ رکن سوم ص ۳۸ طبع بمبئی۔

ماتم سیدہ فاطمۃ الزہراؑ

اہل سنت کے شیخ الکل شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں واقعاتِ احد کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت کے دندانِ مبارک شہید ہوئے، شیطان نے آواز دیدی: الا ان محمداً قد قتل۔ (کہ رسولؐ قتل) ہو گئے ہیں۔ تو جب یہ آواز مدینہ منورہ شہر میں پہنچی تو حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اپنے سر کو پیٹتی اپنے گھر سے باہر نکل پڑیں۔ اور تمام بنی ہاشم کی عورتیں بھی ان کے ہمراہ روتی پیٹتی تھیں اور جنابِ سیدہؑ اسی حال میں مدینہ سے چل کر احد میں پہنچ گئیں۔

فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چوں ایں آواز شنید۔ دست بر سر زناں از خانہ بیروں دوید و میگریست و ہمہ زنانِ ہاشمیہ می نالیدند۔ و چنیں

معلوم می شود کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بعد شنیدن ایں آواز از مدینہ با اُحد رسید" یعنی فاطمہ زہرا نے جب اس آواز کو سنا تو سر کو پیٹتی اور روتی ہوئی اپنے گھر سے باہر نکل آئیں اور تمام زنانِ بنی ہاشم بھی رو پیٹ رہی تھیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہ فاطمہ یہ آواز سننے کے بعد مدینہ سے چل کر میدان احد میں پہنچیں۔ یاد رہے کہ یہ سب کچھ زندہ رسولؐ کے غم میں ہوا۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ طبع نول کشور ہند۔

حضرتِ بلالؓ کا ماتم

اسی مدارج النبوۃ میں درج ہے کہ آنحضرتؐ کی مرض الموت میں حضرت بلالؓ بعدِ اذان جب حضورؐ کے بیت الشرف میں حاضر ہوئے تاکہ آنحضرت آکر نماز باجماعت پڑھائیں تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہونیوالی وفات کی خبر دیتے ہوئے معذرت فرمائی تو یہ خبرِ وفات سنکر حضرت بلالؓ کا ردِ عمل اور تاثر ملاحظہ فرمائیں:

"پس بیرون آمد بلالؓ دست بر زناں و فریاد کناں وا فریاداہ ذُبریدہ شدن امید و شکستنِ پشت کاش کہ نمی زائید مرا مادرِ من" پس حضرت بلالؓ سر پیٹتے فریاد کرتے ہوئے۔ بایں الفاظ نوحہ و ندبہ کہتے ہوئے:
ہائے فریاد۔ ہائے امیدیں منقطع ہوگئیں۔ ہائے میری کمر ٹوٹ گئی۔ کاش میری ماں مجھے جنم نہ دیتی۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۴۴ طبع نولکشور ہند

حضرت عمرؓ کا گریہ و ماتم

اُم المومنین حضرتِ حفصہ رضؓ خاتون کے باب میں اہل سنت والجماعت کی کتاب معارج النبوۃ رکن چہارم میں منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے انھیں ایک طلاق دیدی یا خبرِ طلاق مشہور ہو گئی۔ تو جیسے ہی حضرت عمر رضؓ کو معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے میری پیاری بیٹی کو طلاق دیدی ہے سر میں خاک ڈالی اور روتے پیٹتے حضورؐ کے بیت الشرف میں حاضر ہوئے۔ قدوۃ المحققین علامہ ملا معین کاشفی کی زبان سے سماعت فرمایئں:

"چون امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ این معنیٰ معلوم کرد۔ خاک برسر ریخت و فغاں برآورد" اور ایک روایت کے مطابق آنحضرتؐ نے انھیں طلاق دیدی۔ اور جب طلاقِ حفصہ رضؓ کی خبر حضرت عمر کو پہنچی تو اپنے سر پر خاک ڈالی اور آہ و فغاں کرنے لگے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

معارج النبوۃ رکن چہارم ص۶۳ طبع بمبئی

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کا ماتم

سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ (میں) حافظ الحدیث ابو رزینؒ کا بیان درج ہے کہ میں نے بوقتِ افسوس حضرت ابو ہریرہ کو اپنے ہاتھ سے اپنا منہ پیٹتے دیکھا۔

عن ابی رزین رایت ابا ھریرۃ یضرب جبھتہ بیدہٖ

ابو رزین بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ کو دیکھا کہ

انھوں نے اپنے ہاتھ سے اپنا منہ پیٹا۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ ۔ باب غسل الاناء من ولوغ الکلب
صفحہ ۳ طبع (اصح المطابع نور محمد) کراچی۔

روزہ ٹوٹنے پر صحابی رسولؐ کا ماتم

عن سعید ابن المسیب أنہ قال جاء اعرابی الی رسولؐ اللہ یضرب نحرہٗ وینتف شعرہ ویقول ھلکٗ الا بعد۔ سعید بن مسیبؓ سے روایت ہے کہ ایک (دیہات میں رہنے والا صحابی) اعرابی آنحضرتؐ کے پاس اپنا سینہ کوٹتا اور بال نوچتا ہوا آیا اور کہا کہ ہلاک ہوا وہ شخص جو نیکیوں سے دور ہوا۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

موطاء امام مالک مترجم صفحہ ۲۹۲ طبع کراچی

علامہ زرقانیؒ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں فیہ جواز ذلک لمن وقعت لہ مصیبۃ فی الدین ۔ یعنی جس شخص کے دین میں مصیبت واقع ہو اس کے لیے اس حدیث کی رو سے ایسا کرنا (سینہ کوبی کرنا، بال نوچنا) جائز ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

زرقانی شرح موطا جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ طبع مصر۔

زنانِ انصار اور حضرتِ حمزہؓ کا ماتم

اہلِ سنت کے مایۂ ناز مورخِ اسلام شبلی نعمانی کے الفاظ میں پڑھیں:

"آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لائے تو تمام مدینہ ماتم کدہ تھا۔ آپؐ جس طرف سے گزرتے تھے گھروں سے ماتم کی آوازیں آتی تھیں۔ آپ کو عبرت ہوئی کہ سب کے سب عزیز و اقارب ماتم داری کا فرض ادا کر رہے ہیں لیکن حمزہؓ کا کوئی نوحہ خواں نہیں ہے۔ رقت کے جوش میں آپؐ کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ اما حمزۃ فلا بواکی لہ لیکن حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں ہے۔ انصار مدینہ نے یہ الفاظ سنے تو تڑپ اُٹھے۔ سب نے جا کر اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ دولتکدہ پر جا کر حضرت حمزہؓ کا ماتم کرو۔ آنحضرت نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینانِ انصار کی بھیڑ تھی اور حضرت حمزہؓ کا ماتم بلند تھا۔ ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا میں تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں۔" (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

سیرت النبیؐ جلد ۱ صفحہ ۳۸۶ طبع سعیدی کراچی

جن عربی الفاظ میں آنحضرتؐ نے ان کو دعا دی، شیخ الکل شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں انھیں ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

"رضی اللہ عنکن وعن اولادکن وعن اولاد اولادکن"

(اے میرے چچا شہید پر ماتم کرنے والی انصار مدینہ کی عورتو!) اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو اور تمہاری اولاد سے اور تمہاری اولاد کی اولاد سے بھی۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو): مدارج النبوۃ جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۲ طبع نولکشور ہند۔

ساٹھ ہزار صحابہ اور تابعین کا قتلِ عثمان پر گریہ و ماتم

اہل سنت کی کتاب سیرت حلبیہ میں علی بن برہان الدین حلبیؒ رقمطراز ہیں: کہ قتلِ حضرت عثمانؓ پر قمیصِ عثمانؓ کے سایہ میں ساٹھ ہزار بزرگوں نے گریہ و ماتم کیا اور ان کی قیادت مسلمانوں کے (پانچویں خلیفہ) امیر معاویہؓ نے خود فرمائی۔" ستون الف شیخ تبکی تحت قمیص عثمان وھو منصوب علی منبر دمشق و معلق فیہ اصابع زوجۃ عثمان" یعنی ساٹھ ہزار بزرگ قمیصِ عثمانؓ کے سایہ میں روتے تھے اور وہ قمیص دمشق کی مسجد کے منبر پر منصوب رہی اور اس میں زوجۂ عثمانؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں بھی آویزاں تھیں۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

سیرت حلبیہ جلد ۳ ۔ صفحہ ۲۸۶ طبع بیروت

کربلا میں رسولؐ زادیوں کا ماتم

ابن کثیر دمشقی نے اپنی تاریخ "البدایۃ والنہایۃ" میں رسولؐ زادیوں کی مقتل میں آمد و روانگی کے ضمن میں لکھا ہے: "قال قرۃ بن قیس لما مرت النسوۃ بالقتلی صحن ولطمن خدودھن" قرۃ بن قیس کا کہنا ہے کہ جب مخدراتِ عصمت مقتل سے گزریں تو چیخیں مار مار کر روئیں اور انھوں نے اپنے رخساروں کو پیٹا اور اسی صفحہ پر حضرت زینبؑ بنت علیؑ کا (مقتل میں) مفصل نوحہ بھی درج ہے۔ جو بی بیؑ نے شہادتِ امامؑ کے بعد

سب سے پہلے حلقۂ ماتم میں پڑھا۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں)
البدایہ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۱۹۳ طبع مصر

مخدرات مدینہ کا "مدینۂ منورہ" میں ماتم

علامہ سلیمان قندوزی حنفی نے اپنی مشہور کتاب ینابیع المودۃ میں واقعات رہائی کے بعد داخلۂ مدینہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب (شام سے) واپس آ کر مدینہ کے باہر خیمہ زن ہوئے تو بشیر ابن جذلم کو اپنی آمد کی اطلاع کے لیے مدینہ بھیجا اور جب بشیر بن جذلم نے مدینہ منورہ کی گلیوں میں امام زین العابدین اور مخدرات عصمت کی تشریف آوری کا اعلان کیا تو تمام مدینہ منورہ کی عورتیں ماتم کرتی ہوئی اہل بیت الطاہرین کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آ گئیں۔

"فما بقیت مخدرة الا برزت من خدرها مخمشة وجوهها ولطمة خدها"

مخدرات مدینہ میں کوئی عورت ایسی نہ تھی جو اپنے گھروں میں باقی رہ گئی ہو۔ مگر وہ اپنے منہ اور رخساروں کو پیٹتی ہوئی اپنے پردہ سے باہر آ گئی۔ (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو):
ینابیع المودۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۹ طبع بیروت

مفتی عبدالسبحان القادری صاحب! یہ در بتولؑ پر رسول پاکؐ کا ماتم۔ وفات نبیؐ پر ازواجِ رسولؐ کا ماتم۔ بنے بابا کے غم میں فاطمہ زہراؑ

کا ماتم۔ غمِ رسولؐ میں حضرت بلالؓ کا ماتم (سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کا ماتم۔ خبرِ طلاق حفصہؓ پر حضرت عمرؓ کا گریہ و ماتم۔ روزہ ٹوٹنے پر صحابی کا ماتم۔ زنانِ انصار کا حضرت حمزہؓ شہید پر ماتم۔ قتلِ عثمانؓ پر معاویہ سمیت اہلِ شام کا ماتم۔ کربلا میں رسولؐ زادوں کا ماتم۔

تبلائیں! کیا یہ سب غیر اسلامی تھے؟ اگر نہیں، یقیناً نہیں تو پھر ماتم حسینؑ کو آپ نے آنکھیں بند کر کے کیسے غیر اسلامی کہدیا؟ اور اگر پاک رسولؐ، بتولؑ، ازواجِ نبیؐ، بلالؓ، عمرؓ، ابو ہریرہؓ، زنانِ انصار کے گریہ و ماتم سے آپ کی دلآزاری نہیں ہوتی تو امام حسینؑ کے ماتم سے دلآزاری کیوں؟

میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تا حال جو جوابات مرتب کیے جا رہے تھے، وہ مفتی عبدالسبحان قادری صاحب کے حلف نامہ کے جوابات تھے لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ بعض اعتراضات دیگر دو حلفنامہ جات میں بھی موجود ہیں۔ اس لیے جو جوابات مرتب کیے جا چکے ہیں۔ انہی کو نئے اعتراضات جو سواد اعظم یا تحریکِ نظامِ مصطفیٰؐ کی جانب سے اٹھائے گئے ہیں کا جواب تصور کیا جائے۔

یہ بات (بھی) دیکھنے میں آئی ہے کہ ہر سہ حلف نامہ جات میں اکثر و بیشتر کراچی کے سانحہ لیاقت آباد یا دیگر کشیدگیوں اور واقعات کا تذکرہ ہے۔ فی الحقیقت یہ باتیں حلف گزار سے متعلق (تو) نہیں ہیں لیکن میں چونکہ ملکی اور کراچی کے واقعاتِ زیرِ بحث سے واقفیت رکھتا ہوں، اس لیے مجھے ان لغو الزامات کی تردید "بھی" کرنا ہے

جو مختلف حلف ناموں جات میں مرقوم ہیں۔

اس بارے میں میں اجمالی طور پر یہ بیان کرتا ہوں کہ اہل تشیع کا کوئی سروکار عبداللہ ابن سباء سے نہیں ہے۔ اس بارے میں تفصیلی بحث انہی اوراق میں کر دی جائے گی۔ حضرت علیؓ کے بارے میں یہ لغو الزام کہ موصوف پیکرِ انسانی میں خدا ہیں جھوٹ ہے۔ سفید جھوٹ ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

۲۔ ایک بات شیعہ آبادی دو فیصد ہونے کے بارے میں سامنے آئی ہے۔ وہ درست نہیں ہے۔ یہ فریق مخالف کا وہم و گمان ہے۔ حلف گزار مولانا وسایا الخطیب نے دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔

۳۔ اس احتجاج کے بارے میں جو اسلام آباد سے منسوب کیا گیا ہے "میں" شیعہ قوم کا آئینی حق مضمر تھا اور آئینی اور شرعی بھی۔ پاکستان کے آئین اور تمام مکاتیب فکر کے (علماء کے) بائیس نکات کی شق نمبر ۹ کے مطابق ہر فرقہ کو اپنے مسلک کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق ہے اور "پھر" اسلام آباد کا مظاہرہ کسی فرقہ کے خلاف نہیں تھا بلکہ حکومتِ وقت سے آئینی اور شرعی حق کے حصول کے لیے جائز مطالبہ تھا جو معقول ہونے کی بناء پر تسلیم کیا گیا۔

۴۔ یہ امر بھی" واضح کرنا چاہتا ہوں کہ زکوٰۃ ٹیکس نہیں ہے بلکہ یہ ایک شرعی حکم اور عبادت ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی ہر مسلک کے اپنے عقیدہ کے مطابق کی جاسکتی ہے اور کسی فرقہ کی فقہ دوسرے پر مسلط نہیں کی جاسکتی، خواہ وہ فرقہ تعداد میں کتنا ہی کثیر کیوں نہ ہو۔ زکوٰۃ مذہب شیعہ

نیں نماز کی طرح واجب ہے اور عبادت ہے۔ عبادتِ فقہؑ جعفریہ" میں اسی طریقے سے ادا کی جا سکتی ہے جس طرح خدا اور رسولؐ اور اہل بیتؑ کا حکم ہے۔

۵۔ جناب محمود سایا الخطیب فرماتے ہیں کہ شیعہ ملکی قانون کے پابند نہیں ہیں۔ یہ جھوٹا الزام ہے۔ شیعہ قوم امن پسند، قانون کی پابند اور محب وطن افراد پر مشتمل ہے۔

۶۔ امام بارگاہ علیؑ رضا میں واقع مسجد پر دھرنا محض حکومت سے احتجاج تھا۔ کسی فرقہ کی دل آزاری مقصود نہ تھی۔ حکومت نے شیعہ مطالبات جائز سمجھ کر تسلیم کیے۔ شرپسندوں یعنی مسجد و امام بارگاہ اور قرآن مجید کو جلانے کے خلاف ایک پرامن مظاہرہ تھا۔ انصاف کا مطالبہ تھا جو مان لیا گیا۔ فاضل ٹریبونل کے ریکارڈ پر اس امر کی کافی شہادتیں موجود ہیں کہ انتظامیہ نے اپنا کام بہ حسن و خوبی انجام نہیں دیا۔ فاضل ٹریبونل میں پیش فریقین کی یہ مشترکہ شکایت ہے۔ بلکہ یہاں تک خیال ہے کہ یہ واقعات انتظامیہ کی غفلتِ مجرمانہ ہے۔ کسی طرح بھی شیعہ کسی اشتعال انگیزی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ کسی سنی کی املاک نذرِ آتش نہیں ہوئیں۔ اس کے برعکس شیعہ دکی، مساجد، امام بارگاہیں اور نجی املاک نذرِ آتش کر دی گئی ہیں۔ جو اسلام کی تعلیمات کے مطابق عین ممنوع ہے بلکہ شرعاً فعل حرام ہے اور معاوضہ جات کی ادائیگی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ یہ لاکھوں کروڑوں کی املاک کا معاوضہ دینا ہوگا۔

۷۔ جناب محمود سایا الخطیب صاحب کا خیال ہے کہ اکثریت (سنی اکثریت)

کے علاقہ میں امام بارگاہیں نہیں ہوں۔ قانون اور شرع کے مطابق کسی شخص کو عبادت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ امام بارگاہوں میں صرف عبادت کی جاتی ہے اور مساجد میں بھی صرف عبادت ہی مقصود ہوتی ہے اور شیعوں کے گھر مختلف علاقوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے عملی طور پر امام بارگاہوں کو علیحدہ کرنا ناممکن ہے۔ محمود سایا صاحب ایسی بات کرتے ہیں جس پر عمل کرنا غیر ممکن ہے۔

۸۔ مورخہ ۱۲ فروری سنہ ۱۹۸۳ء کا واقعہ شیعوں کا پیدا کردہ نہیں ہے۔ یہ سوادِ اعظم اہل سنت اور دوسرے سنی مسلک کے علماء کی اشتعال انگیزی کا نتیجہ تھا۔ امام بارگاہ کو نقصان پہنچایا گیا۔ نجی املاک کو نقصان پہنچایا گیا اور انتظامیہ کی نااہلی و غفلت اور چشم پوشی ان نقصانات کا باعث ہوئی۔ جیسا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ اس موضوع پر کافی شہادت عدالتِ عالیہ کے ریکارڈ پر آ چکی ہے۔ سوادِ اعظم نے جلوس نکالا اور شیعہ مساجد اور امام بارگاہ پر حملہ آور ہو کر نقصان پہنچایا۔

۹۔ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی مقصود نہ تھی کیونکہ یہ حکم اس وقت معرضِ وجود میں نہیں "آیا" تھا۔ چونکہ یہ مظاہرہ خالص اسلامی نوعیت کا تھا اور شعائر اللہ کی بے حرمتی کرنے والوں کے خلاف قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ۔ اس لیے کسی خلاف ورزی کا سوال "ہی" پیدا نہیں ہوتا۔

۱۰۔ امام بارگاہ مرکزی لیاقت آباد میں (جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے) اہل تشیع مجلس فضائل و مصائب کے لیے جمع ہوئے تھے لیکن مجلس نہ ہوئی۔ کیونکہ سواد اعظم کے لوگوں اور دیگر بلوائیوں نے پتھراؤ کیا اور امام بارگاہ

حملہ آور ہوئے اور نجی املاک اور امام بارگاہ متذکرہ کو نقصان پہنچایا۔ یہ امام بارگاہ بعد میں منہدم کر دیا گیا ہے۔ اس کے ذمہ دار سوادِ اعظم اور دوسرے سنی لوگ ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ شیعوں نے امام بارگاہ سے فائرنگ نہیں کی۔ شیعہ زخمی ہوئے، مجلس نہ ہو سکی، شیعوں کی ناجائز گرفتاریاں ہوئی ہیں، شیعوں کے پاس اسلحہ نہ تھا بلکہ سامعین مجلس میں مع اہل وعیال بھی آئے تھے۔ یہ بھی مجھے بتایا گیا ہے کہ امام بارگاہ مرکزی لیاقت آباد میں مجلس باقاعدہ انتظامیہ کی اجازت سے برپا ہوئی تھی لیکن تلاوت پہ ہی ہنگامہ کا شکار ہو گئی۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ نیو کراچی کے امام بارگاہ، مسجد کا تنازعہ مقامی سطح پر حل ہو جانا تھا لیکن سوادِ اعظم نے بلاوجہ دخل در معقولات دیا جس سے حالات بگڑ گئے۔

۱۱۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ فریئر روڈ پہ واقعہ امام بارگاہ اہلحدیث کی مسجد میں شامل کر لیا گیا ہے اور دیگر کئی مساجد اور امام بارگاہوں کو بھی نقصان پہنچایا گیا ہے۔

۱۲۔ جس سفید گاڑی کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ اسلحہ لیکر نہیں آئی تھی بلکہ شیعوں کو جو زخمی ہوئے تھے لینے کے لیے آئی تھی اور پتھراؤ کا شکار ہو گئی تھی۔

۱۳۔ خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام اور اولیائے کرام سے شیعہ کوئی گستاخی نہیں کرتے۔ تبرا کا ذکر اور اس کا جواب حلف نامہ (مفتی عبد السبحان القادری) میں دیا جا چکا ہے۔ محمد وسایا الخطیب صاحب "وہاں" مطالعہ فرماویں۔ اتہام تراشی اچھا کام نہیں ہے۔ اس سے غلط فہمیاں

پیدا ہوتی ہیں اور فسادکا موجب محمود سایا الخطیب کی غلط سوچ ہے۔
ان کے اعتراضات سوادِ اعظم اہل سنت سے "بھی" ہیں جن کو یہ سوادِ اعظم تسلیم نہیں کرتے۔

مولینا محمود سایا الخطیب کے مذہبی سوالوں کے جوابات

مولانا محمود سایا الخطیب نے جہاں تک تو مذہب شیعہ سے متعلق اعتراضات کتب شیعہ یا مسلم کتب تاریخ وحدیث سے وارد کیے ہیں، ان کے جوابات "تو" عرض کروں گا اور جہاں تک "تاریخ مذہب شیعہ" نامی کسی کتاب سے جھوٹ موٹ واقعات کے خلاف مجذوب کی طرح بڑ ہانکی ہے اس کا جواب ہماری شرعی ذمہ داری میں داخل نہیں "ہے"۔ "تاریخ مذہب شیعہ" کسی ناصبی بلکہ خارجی کی کتاب ہے جس میں مصنف نے گھر بیٹھے بٹھائے شیعہ پر ایسے اعتراضات کر دیے ہیں جن کا مذہب "شیعہ" سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

افسانۂ عبداللہ بن سباء کا جواب

محمود سایا الخطیب صاحب نے اپنے حلف نامہ پر جگہ جگہ عبداللہ بن سباء نو مسلم یہودی کا ذکر کیا ہے اور اسی کو کبھی شیعہ "کی" امامت کا موجد کبھی مذہب شیعہ کا سربراہ قرار دینے کی جسارت کی "ہے"۔
اس سلسلہ میں پہلی گزارش یہ ہے کہ اول تو جس عبداللہ بن سباء کو بار بار

اچھالا جاتا ہے اور شیعہ کو اس کی طرف غلط طور پر منسوب کیا جاتا ہے۔ محققین اسلام کے نزدیک وہ "ہما" کی طرح ایک فرضی اور خیالی شخصیت ہے۔ دنیا میں اس کا سرے سے کبھی وجود ہی نہ تھا صرف بنی امیہ اور بنی عباسؑ کے خلفائ نے شیعہ کو بدنام کرنے اور محبان اہلبیتؑ کی کردارکشی کے لیے ایک فرضی اور خیالی انسان کو جنم دیدیا اور پھر اسلام میں تمام ترخرابیوں کا ذمہ دار اسے قرار دیدیا گیا۔

"چنانچہ" دورِ حاضر کے عظیم مفکر ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری کی کتاب "الفتنتہ الکبریٰ" کے ص۲۸۴ تا ص۲۹۵ سے اس کی حقیقت مفصل معلوم کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ شیعہ کتب رجال خصوصاً رجال کشی کے ص۹۹ کے حاشیہ پر بھی اس پر مفصل بحث کی گئی ہے کہ یہ شخص محض تصوری اور فرضی تھا۔

"ان ھذا الرجل لم یکن لہ وجود خارجی اصلاً وانما ھو اسطورۃ خیالیۃ ذکرھا الطبری بواسطۃ صانعھا سیف بن عمر"

بلاشبہ اس شخص کا خارج میں اصلاً وجود ہی نہیں تھا بلکہ وہ ایک اسطورہٗ وہمی وخیالی تھا جسے طبری نے اپنی تاریخ طبری میں اس قصہ کے صانع سیف بن عمر سے نقل کردیا ہے۔

(حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

رجال کشی ص۹۹ (برحاشیہ) طبع ایران

یاد رہے کہ طبری سے قبل کسی بھی مورخ اسلام نے اپنی تاریخ میں

عبداللہ ابن سبا کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے اس افسانوی حقیقت کا خالق سیف ابن عمر ہے جس سے رواۃ کے ذریعہ طبریؒ نے اپنی تاریخ میں ۳۵ھ ہجری کے واقعات میں اسے درج کر دیا ہے۔

عن شعیب عن سیف عن عطیہ عن یزید الفقعسی
قال: کان عبداللہ بن سباء یہودیاً من اھل
صنعاء الخ

یعنی طبریؒ نے شعیب سے اور شعیب نے سیف ابن عمر سے اور سیف نے عطیہ عوفی سے اور عطیہ نے یزید فقعسی سے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن سباء صنعاء کا رہنے والا یہودی تھا۔

(حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):
تاریخ الطبری جلد ۴ ص ۳۴۰ طبع مصر۔

راوی سیف ابن عمر پر ایک نظر

"علامہ" ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب ص ۱۴۴ میں کہا ہے کہ سیف ابن عمر ضعیف ہے اور "علامہ" ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے:

عباس نے محدث یحییٰ سے بیان کیا کہ سیف ضعیف ہے۔
مطینؔ نے یحییٰ سے بیان کیا کہ اس سے کوڑی بھی بہتر ہے۔
ابوداؤد نے کہا یہ خاک بھی نہیں۔ ابو حاتم نے کہا متروک الحدیث ہے اور ابن حبان نے فرمایا سیف متہم بالزندقہ ہے۔

ابن عدی نے کہا عام طور پر اس کی روایتیں منکر ہیں۔ یہ جھوٹی روایتیں گھڑتا: متھم بالزندقة: یعنی زندیق ہے۔
(حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):
میزان الاعتدال۔ جلد ۲ صفحہ ۲۵۵ و صفحہ ۲۵۶ طبع مصر ۱۳۸۲ھ
علامہ محمد طاہر بن علی الھندی نے اپنی کتاب "قانون الموضوعات" میں تحریر فرمایا ہے:
سیف بن عمر متروک اتھم بالوضع والزندقة وکان وضاعاً"
سیف بن عمر متروک "ہے"، اس پر جعلی روایتیں گھڑنے اور زندیق ہونے کا اتہام لگایا گیا "ہے"۔
اور یہ پرلے درجے کا جعلساز جعلی روایتیں گھڑنے والا تھا۔ اب ایسے زندیق اور وضاع کے بیان پر ایک فرضی آدمی کو باقاعدہ ایک اہم شخصیت قرار دیکر ایک "عظیم" اسلامی فرقہ کی کردارکشی کی مہم چلانا کسی کذاب ابن کذاب (اور زندیق) ہی کی سازش ہو سکتی ہے۔ جس کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ بالفرض وہ ملعون اگر کوئی تھا بھی تو بقول طبری رحمہ ۳۵ھ میں حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تو وہ حضرت عثمانؓ کا مرید تھا۔ "مولانا" محمود سایا الخطیب صاحب کا ہم مسلک اور پیر بھائی ہوا۔ ہم اس سے بیزار ہیں۔ (ہم نہ صرف اس سے لاتعلقی کا اعلان ہی کرتے ہیں بلکہ اس پر لعنت کرنا ثواب جانتے ہیں)۔

مسئلۂ تقیہ پر اعتراض

اعتراض منجانب محمود سایا الخطیب:۔ حالات کو سمجھنے میں ایک بڑی دشواری شیعوں کا تقیہ کا اصول ڈالتا ہے جو ان کے ہاں جائز ہے"۔

الجواب

اعتراض کی صورت یہ ہوئی کہ شیعوں کے ہاں تقیہ جائز ہے۔ جی ہاں! عندالشیعہ جس امر کو خدا اور رسولؐ اور آئمہ اہلبیتؑ جائز قرار دیں، ہم اسے جائز سمجھتے ہیں اور جس کسی امر کو مذکورۃ الصدر ہستیاں ناجائز قرار دیں شیعہ اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ مولانا محمود سایا الخطیب صاحب کو خود اپنے مذہب کا بھی مطالعہ نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ علم کی کمی بھی محسوس ہو رہی ہے۔

لیجیے! میں الخطیب صاحب موصوف کی کتابوں سے ہی اپنا موقف عرض کیے دیتا ہوں لیکن سب سے پہلے قرآنؔ پاک" پھر حدیث اور پھر اقوالِ علماء اہلسنت والجماعت پیشِ خدمت ہونگے۔

اثباتِ تقیہ از قرآن

"الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (الآیۃ)

"سوائے اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو"

(قرآن مجید پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت نمبر ۱۰۶)

ترجمہ اعلیحضرت بریلوی جس کے حاشیہ پر تفسیر مولانا نعیم الدین نے لکھی ہے اس میں اسی آیت کی تفسیر میں مولینا نعیم الدین نے حضرت عمارؓ یاسر کا تقیہ کے باب میں مفصل واقعہ درج کیا ہے اور آخر میں بقول ان کے نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو یہی کرنا چاہیے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

(ترجمۃ القرآن اعلیحضرتؒ حاشیہ نمبر ۲۴۴)

پھر اس آیت سے مسئلہ کا استنباط فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"آیہ سے معلوم ہوا کہ حالتِ اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہوا ہو تو کلمۂ کفر کا اجراء جائز ہے جبکہ آدمی کو اپنی جان یا کسی عضو کے تلف ہونے کا خوف ہو:

(تفسیر قرآن مولانا نعیم الدین" مراد آبادی" ص۴۰۴)

اثباتِ تقیہ از حدیث

وقول الله تعالیٰ، وقلبه مطمئن بالایمان ....

وقال الا ان تتقوا منهم تقاۃً - هي تقیة۔

یعنی یہ تقیہ ہے۔ (بخاری شریف جلد ۴ ص۱۳۱ طبع مصر)

قال الحسنؒ: التقیة الی یوم القیمة۔

حسنؒ نے کہا: تقیہ اسلام میں قیامت تک جائز ہے۔

ؔلہ قوله التقیة الی یوم القیمة - ای ثابتة الی یوم القیمة" لاتختص بعهده صلی الله علیه وسلم یعنی التقیة الی یوم القیمة کا مطلب یہ ہے کہ یہ تقیہ قیامت تک" جائز" اور

ثابت ہے۔ صرف عہدِ رسولؐ پاک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاظہ فرمائیں) :

بخاری شریف جلد ۴ صفحہ ۱۴۱ (بر حاشیہ) طبع مصر

اثباتِ تقیہ از اقوال علماءِ اہلِ سنت

اجراءُ کلمۃ الکفر علی اللسان مع اطمینان القلب عند الاکراہ وسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی عند الاکراہ کلمۂ کفر کا اجراء زبان پر جائز ہے۔ بشرطیکہ دل اطمینان پر مطمئن ہو اور نبیؐ کریمؐ کو گالی دینا بھی "جائز ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں) :

اصول الشاشی صفحہ ۱۱۴ طبع کانپور ہند

کیوں الخطیب صاحب! اس عبارت اصول الشاشی کی رو سے فرمائیں کہ اگر تقیہ جان ومال اور "حفاظت" عزت وایمان کی خاطر جائز نہ مانا جائے تو پھر آپ کے مذہب کی کتاب کی رو سے نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینا جائز ہوگا؟

التقیۃ : اس کو بھی کہتے ہیں کہ آدمی اپنا اعتقاد عزت یا جان جانے کے ڈر سے چھپائے یہ اہل سنت اور امامیہ سب کے نزدیک جائز ہے۔ قرآن میں ہے : وقال رجل مومن من آلِ فرعون یکتم ایمانہ اور الا ان تتقوا منھم تقاۃً۔ اور حضرت عمارؓ نے

تقیہ کیا تھا اور محمد بن مسلمہ نے بھی۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

لغات الحدیث کتاب التاء صفحہ ۱۴ طبع کراچی

وقت کی قلت کے پیش نظر مزید حوالہ جات نقل کرنے سے قاصر ہوں۔ ورنہ انہیں سمونے کے لیے تو باقاعدہ ایک "ضخیم" کتاب درکار ہے۔

تقیہ کے ساتھ عقدِ متعہ پر اعتراض

اعتراض ۳: "اسی زمانہ کی پیداوار متعہ اور تقیہ ہیں"۔

الجواب

جنابِ والا! تقیہ کا جواب عرض کرنے کے بعد نکاحِ متعہ کا جواب حاضرِ خدمت ہے۔ مذہب شیعہ ہر اس شئے کو حلال جانتا ہے جسے اللہ، رسول ؐ اور اہل بیت ؑ طاہرین حلال قرار دیں اور ہر اس چیز کو حرام قرار دیتا ہے جسے خدا اور رسول ؐ اور آئمہ طاہرین ؑ فرمائیں۔ متعہ ایک معیاری اور شرعی نکاح ہے جو اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن مجید، حدیث رسول ؐ اور ارشاداتِ معصومین ؑ کے علاوہ عمل صحابہ ؓ کرام سے بھی ثابت ہے لیکن سب سے پہلے قرآن مجید۔

اثباتِ عقدِ متعہ از قرآن

فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن الایۃ

(پارہ ۵ سورۃ النساء) المراد بالاستمتاع عقد المتعۃ

وھی عقد یراد بھا ملک البضعۃ الی مدّۃ معینۃ بمھر معین بانت المراۃ بعد انقضاء تلک المدّۃ بلا طلاق۔

یعنی جن بیبیوں سے تم "نکاحِ "متعہ کر لو اور ان کا مقرر شدہ مہر ان کو دیدو"

اس کے بعد اہلِ سنت کے مایۂ ناز مفسرِ قرآن علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

۱۔ کہ مراد اس استمتاع سے نکاح متعہ ہے اور یہ ایسا نکاحِ (شرعی) ہے کہ جس کے سبب انسان زنِ ممتوحہ کی شرمگاہ کا ایک مدتِ معینہ "تک" مہرِ معین کے معاوضہ میں مالک ہو جاتا ہے اور وہ عورت مدتِ (معینہ) پوری ہو "جا "نے پر بغیر طلاق کے (خود بخود) بائنہ ہو جاتی ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

تفسیرِ مظہری جلد ۲ صفحہ ۴۷ (سورۃ النساء) طبع دہلی

۲۔ نزلت الآیۃ فی المتعۃ۔ کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی "ہے"۔

تفسیر بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۱۸۲ طبع مصر

۳۔ وروی تحلیلھا عن جماعۃ من الصحابۃ۔ یعنی اس (نکاحِ متعہ) کا حلال ہونا صحابۂ (کرام) کی ایک (بڑی) جماعت سے مروی ہے۔"

تفسیرِ مظہری جلد ۲۔ صفحہ ۴۷ سورۃ النساء

اثبات عقدِ متعہ
از عمل صحابہؓ و تابعینؒ

۱۔ مولینا قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں ان صحابہ کرامؓ کے نام بھی درج فرمائے ہیں:
عبد اللہ بن عباسؓ، جابر بن عبداللہؓ، سلمہ بن اکوعؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، معاویہؓ بن ابی سفیان۔ سلمہؓ بن امیہ، معبد بن امیہ، ان کے بیانات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

۲۔ قال الحافظ افتی بہا من التابعیں ابن جریح و طاؤس و عطاء و اصحاب ابن عباسؓ و سعید ابن جبیر و فقہاء مکۃ۔
یعنی حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ متعہ کے حلال ہونے پر فتویٰ تابعیں میں سے ابن جریحؒ، طاؤسؒ عطاءؒ ابن عباسؓ کے شاگردوں اور سعید بن جبیرؒ اور فقہاء مکہ معظمہ نے (بھی) دیا ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):
تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۵۷ (سورۃ النساء) طبع دہلی

۳۔ "مگر بعض صحابہؓ اس کے جواز کے قائل رہے۔ جیسے جابرؓ بن عبداللہ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو سعیدؓ اور معاویہؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ اور عبداللہ ابن عباسؓ اور عمروؓ بن حویرث اور سلمہ بن الاکوع اور ایک جماعت تابعینؒ میں سے بھی جواز کی قائل ہوئی ہے۔"

(حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

موطاء امام مالک مترجم جلد ۲ صفحہ ۳۴ طبع کراچی

حضرت عمرؓ اور ممانعت از عقدِ متعہ

۴۔ "حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ حکومت میں ربیعہ کو متعہ کرنے سے سختی سے منع کیا اور کہا اگر (میں) اس سے پہلے اس کی ممانعت کر چکا ہوتا تو رجم کرتا۔"

"متعہ کرنے والوں پر بالاتفاق زنا کی حد لازم نہیں آتی۔ حضرت عمرؓ نے ڈرانے کے واسطے کہا" "تا کہ لوگ متعہ سے باز رہیں۔" (حوالے کے لیے ملاحظہ ہو):

مترجم موطاء امام مالک جلد ۲ صفحہ ۳۴ طبع کراچی

۵۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ رجم کرتا، سیاست پر محمول ہے۔

موطاء امام محمد مترجم صفحہ ۲۲۳ طبع لاہور۔

۶۔ اپنی کتاب صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۴۵۰ و صفحہ ۴۵۱ پر مفصل پڑھ لیں کہ صحابہؓ کرام ایک ایک چادر، مٹھی بھر کھجوروں اور آٹا کے عوض نکاح متعہ پڑھتے رہے۔ یہ سب بقول آپ کے مخالفِ اسلام اور ابن سباء کے مرید تھے؟ کچھ تو عقل سے بات کی ہوتی!

حضرت اسماء بنتِ ابی بکرؓ کا متعہ

۷۔ وروی تحلیلها عن جماعة من الصحابة روی النسائی والطحاوی عن اسماء بنت ابی بکرؓ قالت فعلناها علیٰ عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

یعنی عقد متعہ کا حلال ہونا صحابہ کرام کی ایک (بڑی) جماعت سے مروی ہے۔ امام نسائیؒ اور امام طحاویؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں خود متعہ کیا ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہوں):

۱۔ تفسیر مظہری جلد ۲ ص۷۳ سورۃ النساء طبع دہلی

۲۔ مسند ابو داؤد الطیالسی جلد اول ص۳۰۹ طبع مصر

مذہب شیعہ پر طنز کرنے والے الخطیب صاحب! غور فرمایا آپ نے!! اگر نکاح متعہ شریعت کی رو سے جائز نہ تھا تو کیا صحابہ کرام کی اتنی بڑی جماعت جن میں حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی بھی شریک تھی، فعلِ حرام کا ارتکاب کرتے رہے؟

قرآن مجید کی آیہ اور صحیح مسلم جلد اول ص۴۵۰ و ص۴۵۱ طبع دہلی، میں نبی کریمؐ کی اجازت سے صحابہؓ کرام کے متعہ اور تفسیر مظہری جلد ۲ ص۷۳ (النساءؔ) سے ان کی فہرست بغور پڑھ کر فیصلہ فرمائیں۔ یا "تو" شیعہ کی طرح جائز مان کر ناموس صحابہ کرامؓ کا صحیح تحفظ فرماویں کہ ان میں سے جب جس نے بھی پڑھا یا کیا۔ شریعتِ "مطہرہ" کے عین، مطابق کیا۔ (اور اگر نکاح متعہ

کی حرمت پر ہی ڈٹے رہنے کا خیال ہے تو صحابہ کرام اور اسماء بنت ابی بکرؓ کے لیے کوئی فتویٰ تیار کرلیں اور "اگر" خود فتویٰ صادر کرنے کی لیاقت نہیں ہے تو مفتی عبدالسبحان القادری سے مدد حاصل کرلیں۔

(جنابِ والا! ہم نکاحِ متعہ کو ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنے اور مولانا محمد وسایا الخطیب ایسے مولویوں کو جلانے کے لیے عقدِ شرعی نہیں مانتے بلکہ صرف ناموس صحابہ کرامؓ کی حفاظت کی خاطر متعہ کو نکاحِ شرعی تسلیم کرتے ہیں)

اعتراض محمد وسایا الخطیب

بر ایمان بالقرآن

مولوی محمد وسایا الخطیب نے کہا ہے کہ "شیعہ قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کی مختلف روایات مثلاً "اصل قرآن امامِ غائب کے پاس ہے" وغیرہ کے قائل ہیں۔"

الجواب

جنابِ والا! اس اعتراض میں بھی کوئی صداقت نہیں ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ "شیعہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔" دوسرا یہ کہ "قرآن امام غائب کے پاس ہے۔"

جواباً گزارش ہے کہ شیعہ اثنا عشری قرآن میں تحریف کے قائل نہیں ہیں۔ بحمداللہ بائے بسم اللہ سے کر سینِ والناس تک موجودہ قرآن جو دو گتوں کے درمیان تمام مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے کے ایک ایک حرف پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ کتاب اللہ منزل من اللہ متواتر اور غیر محرف ہے

جو شخص اس کے ایک لفظ "میں" شک کرے وہ عندالشیعہ مومن نہیں۔ ہم) اسے بے وضو مس کرنا حرام سمجھتے ہیں (اور) اسے جلانے والے کو منکرِ قرآن اور دشمنِ اسلام تصور کرتے ہیں۔

"شیعہ کے" ایمان بالقرآن کے دلائل

چنانچہ قرآن مجید میں فرمانِ الٰہی ہے:

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون"

"بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود ہی اس کے محافظ ہیں" (قرآن مجید پارہ ۱۴ سورۃ الحجر۔ آیت نمبر ۹)

جلیل القدر شیعہ عالمِ دین علامہ محسن فیض اپنی تفسیر الصافی میں اس آیۂ مبارکہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

من التحریف والتغییر والزیادۃ والنقصان

یعنی تحریف یا تبدیلی، زیادتی اور کمی سے اللہ اس کا نگہبان ہے۔

تفسیر الصافی صہ ۳۲۹

چونکہ قرآن مجید منقول متواتر قطعی الثبوت ہے یہ بات واضح ہو گئی (کہ قرآن مجید میں کوئی) کسی قسم کی تحریف و تغیر و تبدل، کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا۔ اگر اس کے مقابلہ میں کسی روایت کسی آیت کے بارے میں شک آجائے کہ یہ آیت یوں پڑھی جاتی "تھی" یا یوں نازل ہوئی تو اس کا کوئی مقام نہیں اس لیے وہ از قسم اخبار احاد ہے۔ اسے قرآن

منقول متواتر کے مقابلہ میں لانا سب سے بڑی نادانی ہے۔ چنانچہ شیعہ کتب اصول میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

القرآن متواتر فما نقل احاداً لیس بقران

قرآن مجید متواتر ہے پس جو چیز اخبار احاد سے نقل کی گئی ہے وہ قرآن نہیں ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

قوانین الاصول جلد ا صـ ۴۰۳

روایتِ معارضِ قرآن کے بارے میں حکمِ معصومؑ

۱۔ عن ابی عبد اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ ان علیٰ کل حق حقیقۃ و علیٰ کل صواب نوراً فما وافق (کتاب اللّٰہ) فخذوہ وما خالف کتاب اللّٰہ فدعوہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تحقیق ہر حق پر ایک حقیقت ہے اور ہر درستی پر ایک نور۔ جو کتاب اللہ کے موافق ہو وہ لے لو اور جو مخالفِ کتاب اللہ ہو اسے چھوڑ دو۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

اصول کافی صـ ۳۹ طبع نول کشور ہند

۲۔ اطلقہ العالم بقولہ علیہ السلام اعرضوھا علیٰ کتاب اللّٰہ فما وافق کتاب اللّٰہ عزوجل فخذوہ وما خالف کتاب اللّٰہ فردوہ۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب روایات میں اختلاف ہو تو ان کو اللہ کی کتاب پر پیش کرو۔ پس جو کتاب اللہ کے موافق ہو لے لو اور جو مخالفِ کتاب اللہ ہو اسے رد کردو۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو:

اصول کافی ص۶ طبع نول کشور ہند

۳۔ فقال ابو الحسن اذا کانت الروایات مخالفة للقرآن کذبتها

یعنی حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب روایات قرآن مجید کے مخالف ہوں، میں ان کی تکذیب کرتا ہوں اور ان کو جھوٹ سمجھتا ہوں۔ (حوالہ کے لیے دیکھو:

اصول کافی ص۵۴ طبع نول کشور ہند

تین آئمہ طاہرین کے فرامین سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ حدیثِ معصومؑ کے رد و قبول کے لیے قرآن مجید معیار ہے۔ جو روایت بھی مخالفِ قرآن ہو مسترد کردی جائے گی۔

قرآن مجید کے بارے میں
شیعہ عقیدہ

اعتقادنا ان القرآن الذی انزل اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هو ما بین الدفتین وهو ما فی ایدی الناس لیس باکثر من ذلک .... ومن نسب الینا انا

نقول فیہ اکثر من ذلک فهو کاذبٌ۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جتنا قرآن خدا نے اپنے رسول جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا تھا وہ انہی دو دفتیوں کے درمیان ہے۔ اور وہ امت کے پاس موجود ہے۔ اس سے زیادہ نازل نہیں ہوا اور جو شخص نسبت دے ہماری طرف اس بات کی کہ ہم کہتے ہیں کہ قرآن اس سے زائد تھا وہ جھوٹا ہے۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ اعتقادات شیخ صدوق ص۹۳ طبع دہلی

۲۔ عقائد الامامیۃ ص۵۴ و ص۵۵ طبع ایران

۳۔ اوائل المقالات ص۵۵ و ص۵۶ طبع نجف

اس کے علاوہ کتب تفاسیر قرآن میں مفسرین شیعہ نے بڑے شدومد سے "اپنے" ایمان بالقرآن کا اثبات اور تحریف قرآن کی نفی فرمائی ہے۔ "اس باب میں مندرجہ ذیل" حوالہ جات "مزید ملاحظہ فرمائیں"۔

۱۔ البیان فی تفسیر القرآن للخوئی ص۲۱۸ و ص۲۱۹ و ص۲۲۵ و ص۲۴۳ و ص۲۴۵

۲۔ تفسیر التبیان شیخ الطائفۃ الطوسی جلد ۱ ص۳ طبع ایران

۳۔ مقدمہ تفسیر مجمع البیان جلد اول ص۵ طبع عراق۔

۴۔ تفسیر منہج الصادقین جلد ۱ ص۳ و ص۴ طبع ایران

۵۔ تفسیر لوامع التنزیل جلد ۱۴ ص۲۲ طبع لاہور

۶۔ تفسیر انوار النجف جلد اول ص۱۲۲ و ص۱۲۸ طبع پاکستان

۷۔ قوانین الاصول جلد اول باب ۶ ص۳۱۵ طبع عراق

۸۔ اصل الاصول الشیعۃ آل کاشف الغطاء ص۶۳

۹۔ روح القرآن مولانا نجم الحسن صہ۳۲ تا صہ۳۴ طبع لاہور

اس کے علاوہ آئمہ معصومین ؑ نے بھی اسی قرآن مجید کی (درشاو کتاب کی حیثیت سے) تصدیق فرمائی ہے۔ چنانچہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

تصدیق قرآن از امیرالمومنین ؑ علی ؑ

انا لم نحکم الرجال وانما حکمنا القرآن و
هذا القرآن انما هو خطٌ مسطور بین الدفتین

یعنی ہم نے بندوں کو حاکم نہیں بنایا بلکہ قرآن "حکیم" کو حاکم بنایا ہے اور یہ قرآن وہی ہے جو بین الدفتین مسطور ہے۔ (حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو:

۱۔ نہج البلاغہ جلد ۲ صہ۷ طبع مصر

تصدیق قرآن از
امام علی نقی علیہ السلام

قال ابوالحسن علی بن محمد العسکری علیہ السلام
اجتمعت الامة قاطبةً لا اختلاف بینهم
فی ذلك ان القرآن حقٌ لاریب فیه عند
جمیع فرقها فهم فی حالة الاجتماع علیه
مصیبون وعلیٰ تصدیق ما انزل اللّٰه مهتدون

یعنی حضرت امام "علی" نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام امت

اس بات پر مجتمع ہو گئی ہے اور ان میں کوئی اختلاف نہیں کہ تحقیق یہ قرآن مجید حق ہے اور امت کے تمام فرقوں کے نزدیک کوئی شک نہیں اور "وہ" اس بات پر اجماع کرنے میں بیشک مصیب اور درست ہیں اور ما أنزل اللہ کی تصدیق کرنے میں ہدایت یافتہ ہیں۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):
کتاب الاحتجاج صـ۲۳۴ طبع عراق۔

شیعہ کے ایمان بالقرآن کی تصدیق

از علماءِ اہل سنت

"پس در جمیع روایاتِ امامیہ موجود است کہ ہمہ اہل بیتؑ ہمیں قرآن را می خوانند۔ و بعام و خاص و دیگر وجوہِ نظم و تمسک می کردند۔ و بطریق استشہاد می آوردند۔ و آیاتِ او را تفسیر می کردند۔ تفسیرے کہ منسوب است بہ امام حسن عسکریؑ کہ ہمیں قرآن است۔ لفظ بہ لفظ و صبیان و جواری و خدم و اہل و عیال خود را ہمیں قرآن می فرمودند۔ بخواندن در نماز امر می کردند و بنا برین امور شیخ ابن بابویہؒ در اعتقادات خود ازین عقیدہ کاذبہ دست بردار شدہ و فارغ خطی دادہ۔ ازیں جہت اگر او را صدوق نامند بجا است۔"

پس تمام روایاتِ امامیہ میں موجود ہے کہ تمام اہل بیتؑ اسی قرآن کو پڑھتے تھے۔ اسی کے عام و خاص اور وجوہِ نظم سے تمسک

فرماتے اور اسی قرآن مجید سے استشہاد لاتے اور اسی قرآن مجید کی تفسیر فرماتے اور جو تفسیر شیعہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی جانب منسوب ہے، وہ فقط اسی قرآن کی تفسیر ہے اور اپنے بچے اور بچیوں غلام اور اہل و عیال کو اسی قرآن کی تعلیم فرماتے۔ نمازیں اسی کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں امور کی بنا پر شیخ ابن بابویہ رح اپنی کتاب الاعتقادات میں تحریفِ قرآن کے عقیدہ کا ذرہ سے دستبردار ہوئے اور اسے فارغ خطی دیدی۔ اسی بنا پر اگر انھیں صدوق کہا جائے تو سو فیصد درست اور بجا ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

۱۔ تحفہ اثنا عشریہ باب ۵ ص ۱۳۹ طبع لاہور

۲۔ تفسیر روح المعانی جلد اول ص ۲۴ طبع ملتان (تصدیق طبرسیؒ)

۳۔ تاریخ القرآن ص ۶۳ و ص ۶۷ علامہ محمد اسلم جیراج پوری

۴۔ کتاب جامع القرآن ص ۱۱۱ مولوی محمد علی ایم اے طبع لاہور

اصل قرآن امامِ غائب کے پاس ہے، کا جواب!

اعتراض ۵: رہا دوسرا جملہ کہ اصل قرآن پاک امام غائب کے پاس ہے اول تو یہ روایت قابل تفتیش ہے۔ ثانیاً امامؑ کے پاس جہاں اپنے آباء و اجداد کے اور تبرکات موجود ہیں وہاں اپنے جدِ امجد کا خطی قرآن موجود بھی ہو تو اعتراض کرنے کا کیا جواز ہے؟

پھر بعض سنی روایات میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ نے

جو قرآن مطابقِ نزول جمع فرمایا تھا۔ اگر وہ میسر آجاتا تو اس میں علم ہوتا۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

تاریخ الخلفاء صہ ۱۴۲ طبع کراچی

حاصل یہ ہوا کہ اس میں آیات کے ساتھ ساتھ بعض تفسیری نوٹ بھی ہوں گے جن کی مدد سے قرآنی علوم کا حصول سہل الحصول ہو جاتا۔ مولانا محمد یسایا الخطیب صاحب اگر زیادہ ناراض ہیں تو وعدہ رہا۔ ظہورِ امامؑ زمانہ کے وقت خدمتِ امامؑ "میں" عرض کرکے وہ تبرکات میں سے حاصل کرکے آپ کو دیدار کرادیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ کی کتاب (حدیث) سنن ابن ماجہ صہ ۱۳۹ کی روایت کے مطابق ام المومنینؑ حضرت عائشہ رضہ کی بکری کا کھایا "ہوا" قرآن ہمیں بھی واپس کریں۔ ساتھ ہی یہ مناسب خیال فرمائیں تو بتلائیں کہ حضرت عائشہ رضہ کی بکری کا تعلق اہل سنت سے تھا یا شیعہ سے ؟!!

بخوفِ طوالت اسی پہ اکتفا کرتا ہوں۔ اختصار پیش نظر نہ ہوتا تو آپ کی کتابوں سے روایات کے انبار لگا دیتا۔

اعتراض مولوی محمد وسایا الخطیب نمبر ۶

اعتراض، شیعہ فرقہ پر الزام لگایا گیا ہے کہ "ان (شیعوں) کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیؑ رضی اللہ عنہ وصی رسولؐ اللہ اور نبی کریمؐ کے بعد خلیفہ تھے۔ امت نے دوسرے کی بیعت کرکے کفر کیا۔" یہ اعتراض جناب مولینا محمد وسایا الخطیب کے حلف نامہ کے صہ ۹ سے نقل کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہاں کفر کے معنی انکار کے ہیں اصطلاحی کفر نہیں۔

الجواب

۱۔ جواباً عرض ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کو (واقعی) بعدِ رسولؐ خلیفۂ برحق اور وصیِ رسولؐ مانتے ہیں۔ اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے۔ نبیِ کریمؐ نے خود حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ "اللھم" من کنت مولاہ فعلی مولاہ (حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو): مشکوٰۃ شریف ص۵۶۵ طبع دہلی۔

۲۔ نبیِ کریم نے خود حضرت علی علیہ السلام کو اپنے بعد تمام مومنوں کا ولی وحاکم فرمایا: وھو ولی کل مومن بعدی۔ (حوالہ کیلئے ملاحظہ فرمائیں: ترمذی شریف جلد۲ ص۲۹۸ طبع مصر

۳۔ رسولِ کریمؐ نے خود حضرت علی علیہ السلام کو تمام نیکوکاروں کا امام فرمایا: علی امام البررۃ وقاتل الفجرۃ۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):
الصواعق المحرقہ ص۱۲۲ طبع مصر

۴۔ رسول کریمؐ نے خود حضرت علی علیہ السلام کو دعوتِ ذی العشیرۃ میں اپنا وصی وخلیفہ بنایا: ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم۔ بلاشبہ "یہ" علیؑ میرا بھائی اور وصی اور "میرا" خلیفہ ہے تم میں۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہوں):

۱۔ تفسیر مظہری جلد۷ ص۸۴ طبع دہلی
۲۔ تفسیر خازن جلد۵ ص۱۲۷ طبع مصر
۳۔ تفسیر معالم التنزیل جلد۵ ص۱۲۷ طبع مصر

۵۔ رسول کریمؐ نے خود حضرت علیؑ کو تمام مسلمانوں کا سردار، متقیوں کا امام اور غر المحجلین کا قائد فرمایا۔ وانک سید المسلمین امام المتقین وقائد المحجلین اے علیؑ! تو عام مسلمانوں کا سردار، متقیوں کا امام اور جنت میں جانے والے غر المحجلین کا قائد ہے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

الریاض النضرۃ جلد ۲ صـ۲۳۴ طبع مصر

۶۔ رسول کریمؐ نے انھیں خود اپنے بعد "اپنا" خلیفہ فرمایا۔ یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے بعد نہیں، اپنے بعد۔ انت خلیفتی یعنی فی کل مومن بعدی۔ یعنی اے علی! تو ہر مومن میں میرا جانشین و خلیفہ ہے میرے بعد۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

خصائص امام نسائی "صـ۲" طبع لاہور

۷۔ تفسیر مظہری جلد ۲ صـ۱۰۳ میں درج ہے کہ حضرت علیؑ رسول پاکؐ کے خلفاء میں سب سے پہلے ہیں: اولھم علی بن ابیطالب ثم ابناؤہ الی الحسن العسکری۔ یعنی پہلے ان "خلفاء" کے حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ پھر علیؑ کے فرزندانِ گرامی امام حسنؑ عسکری تک۔ علی الترتیب خلفائے رسولؐ ہیں۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہوں):

۱۔ تفسیر مظہری جلد ۲ صـ۱۰۳ طبع دہلی

۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صـ۳۳۶ طبع ملتان

اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صـ۳۳۶ میں حضرت علی علیہ السلام کو رسولؐ خدا کے بعد متصل خلیفہ فرمایا گیا "ہے"۔

جب خود ہی نبیؐ کریمؐ نے آپ کی کتابوں کی رو سے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا بھائی، اپنا وصی اور مسلمانوں کا سردار، متقیوں کا امامؑ، اپنا خلیفہ اور خلیفہ بھی اپنے بعد "متصل" یعنی بلا فصل فرمایا" ہے"۔ تو "پھر" شیعوں پر اعتراض کیسا؟ "اور" اب "جو بھی" برحق خلیفۃ اللہ فی الارض کا منکر ہوگا۔ "اسے منکر ہی کہیں گے۔ اپنے پاس سے اس کو ایمان کامل کی سند کیسے عطا کر دی جائے۔ اگر آپ کچھ دینا چاہیں تو "بصد شوق" دیتے رہیں۔ ہر شخص کو پاکستان میں اپنے عقائد پر عمل پیرا ہونے کا قانوناً حق "حاصل" ہے۔ ہمیں کیا اعتراض؟

اعتراض مولوی محمد وسایا الخطیب نمبر۲

اعتراض: "شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ نے آل محمدؐ کا حق چھین لیا"۔ بحوالہ کتاب حیات القلوب جلد۲ ص۲۵۲

الجواب:

اس عبارت سے شیعہ پر طعن غیر مناسب ہے کیونکہ "یہ بات تو" آپ کی بخاری شریف اور صحیح مسلم جلد۲ ص۹۱ میں بھی موجود ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ولکنک استبدت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا لقرابتنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن اے (ابوبکرؓ) اس امر میں تو نے ہم پر ظلم و استبداد کیا "ہے"۔ ہم قرابت رسولؐ کی وجہ "سے" اپنا حق جانتے تھے۔

حلف نامہ مولوی اسفندیار

اور اس کا جواب

اس حصہ میں مولینا اسفندیار دیوبندی کے حلف نامہ کا جواب مقصود ہے لیکن اس حلف نامہ کے مختلف اور "متعدد" اعتراضات کے جوابات (حلف نامہ مفتی عبدالسبحان القادری اور حلف نامہ مولوی محمد وسایا الخطیب کے اعتراضوں کے جواب میں) دیے جا چکے ہیں۔ جن کو مولینا (اسفندیار) موصوف کے اعتراضات کا "بھی" جواب تصور کیا جائے۔

البتہ کچھ مواد ایسا ہے جو دیگر حلف ناموں میں اٹھائے گئے اعتراضات سے مختلف اور تشریح طلب ہے۔ "لہذا" اس حصہ میں بالخصوص مولینا موصوف کے اعتراضات کے "جوابات" مرتب کیے گئے ہیں۔ ویسے تو "میرایہ" جوابی حلف نامہ تمام فریقوں کے لیے ہماری مجموعی کوشش ہے۔ لہذا اس کے مندرجات سے تمام فریق کما حقہ، استفادہ کر سکتے ہیں۔ سو عرض ہے:

جناب والا!

اب میرے پیش نظر تیسرا حلف نامہ جو مولینا اسفندیار دیوبندی نے داخل کیا ہے برائے تشریح ہے۔ موصوف نے آجکل اپنے ماتھے پر جعلی طور پر سوادِ اعظم کا لیبل بھی چپکا رکھا ہے اور خود کو سوادِ اعظم اہل سنت پاکستان کا ناظمِ اعلیٰ بھی ظاہر کیا ہے۔

حالانکہ یہ مٹھی بھر گروہ نہ سوادِ اعظم ہے نہ ہی ان کی کوئی معقول نفری

ہے کہ سوادِ اعظم کا لیبل لگایئں۔ حقیقتاً انھوں نے اہل سنت بریلوی مسلک کی حق تلفی کی ہے۔ بہر کیف یہ جھگڑا بریلوی، دیوبندی کے درمیان ہے۔

انھوں نے یعنی (اسفندیار) نے اپنے حلف نامہ میں پہلے صفحہ پر بقول ان کے اپنے عقائد کا اظہار کیا ہے۔ چونکہ انھوں نے اس تحریر میں ہم پر کیچڑ نہیں اچھالا "ہے"۔ اس لیے اس صفحہ کا جواب نہیں دیا جاتا۔ ان کے عقائد کیا ہیں؟ میں اس پر "فی الوقت" بحث نہیں کرنا چاہتا البتہ بریلوی مسلک کے "علماء" نے ان کو کافی بُرا بھلا کہا ہے۔ جیسا کہ ان کے حلف نامہ کے مضمون اور نفسِ موضوع سے ظاہر ہے۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان کے ہر شہری کو اپنے عقائد پر برقرار رہنے اور اپنے مسلک پر عمل پیرا ہونے کا قانونی حق ہے۔ نہ ہی میرا مسلک اس بات کا متقاضی ہے کہ میں کسی پر بلا وجہ اتہام تراشی کروں۔

حلف نامہ کے صفحہ ۲ پر انھوں نے نہایت غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ کہیں تو حکومت کی ہمدردیاں حاصل کرتے ہوئے خود کو حکومت کا بے لوث سپاہی ظاہر کرنے کے لیے شیعوں کے خلاف ایسی "بے سروپا" باتیں منسوب کر دی ہیں۔ جن کا شیعانِ پاکستان کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے۔ شیعہ پاکستان کے مخلص و "محب" پر امن اور حساس شہری ہیں۔ اس کی حفاظت "کو" فرض سمجھتے ہیں لیکن موصوف نے ایک عالم دین کا لبادہ اوڑھ کر لغو بیانی کی ہے۔ "انھیں" ایسا کرنے سے احتراز کرنا چاہیئے" تھا۔

ان کا کہنا کہ گودھرا کیمپ کے جلسہ میں نعرہ "ضیاء الحق جائے جائے، خمینی آئے آئے" لگایا گیا اور پھر حلف نامہ کے صفحہ ۴ اور ۵ پر لکھا ہے

"کراچی میں حالیہ فسادات کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ "شیعہ" پاکستان کو خمینی سٹیٹ بنانا چاہتے ہیں۔" لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

عالیجاہ! یہ دونوں باتیں سفید جھوٹ ہیں۔ البتہ اس قسم کے ارادے سوادِ اعظم کے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ گزشتہ دو تین سالوں سے سوائے تخریب کاری کے اس گروہ کا کوئی کام "ہی" نہیں ہے۔ یہ نعرے کسی ملک دشمن ایجنٹ نے شیعہ کی طرف سے منسوب کر دیے ہیں اور یہ انتساب محض شرپسندی ہے۔ یہ بات "بھی" قابل غور ہے کہ دیوبندیوں، وہابیوں کے عقیدہ کے مطابق جب رسولِ پاک کو بھی علم غیب نہیں ہے تو ان کو کیسے پتہ چل گیا کہ شیعہ پاکستان کو خمینی اسٹیٹ بنانا چاہتے ہیں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

جناب والا! شیعہ پاکستان کے بانی ہیں۔ پاکستان شیعہ سنی اتحاد سے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ بانی پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح مرحوم، راجہ غضنفر علی خان، راجہ آف محمود آباد (سیٹھ) محمد علی حبیب "شیعہ" اور ان کو لاکھوں شیعہ مسلمانوں کا تعاون حاصل تھا۔ اسی طرح چوہدری محمد علی مرحوم، خواجہ ناظم الدین، میاں ممتاز دولتانہ، نواب ممدوٹ، خان عبدالقیوم خان، سردار عبدالرب نشتر وغیرہ سب اہل سنت تھے۔

ہمیں اپنے وطن "عزیز" (پاکستان) کے ذرہ ذرہ سے والہانہ محبت ہے۔ اس کی جغرافیائی حدود کی حفاظت ہمارا ایمان ہے۔ آقائے خمینی بے شک ہمارے مذہبی عالم اور نائب امام ہیں مگر ان کا وطن ایران ہے اور ہمارا پاکستان۔ موصوف (آقائے خمینی "مدظلہ العالی") حکومت پاکستان کے کوئی اپوزیشن لیڈر نہیں ہیں کہ شیعہ ان کا نعرہ لگاتے۔ یہ بھی محض الزام تراشی

اور اپنے پسندیدہ عزائم پر پردہ ڈالنے کی داسفندیار کی طرف سے ، معکوس کوشش ہے۔

جیسے سعودی عرب کے فرماں روا کو وہاں کے مولویوں نے نعرہ کے سلسلہ میں غلط تاثر دیا اور غلط رپورٹ کر دی تھی۔ "جبکہ" وہاں ایرانی حاجیوں نے کہیں نعرہ لگا دیا تھا: "اللہ اکبر خمینی رہبر"۔ مگر شاہ تک پہنچتے پہنچتے یہ نعرہ: "اللہ اکبر۔ خمینی واحد" کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا جو ایک کھلا اور سفید جھوٹ تھا۔

جناب والا!

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ کچھ اعتراضات ایسے ہیں جن کے جوابات حتی المقدور مفتی عبد السبحان صاحب القادری اور "مولوی" محمد وسایا الخطیب کے حلف ناموں میں مرتب کر دیے گئے ہیں لہٰذا اعادہ باعث طوالت ہوگا۔ مولینا محمد اسفندیار صاحب نے جو قابلِ اعتنا اعتراض کیا "ہے"۔ درج ذیل ہے۔ اگرچہ اس کے بھی زیادہ حصہ کا جواب حلف نامہ محمد وسایا الخطیب کے جواب میں دیا جا چکا ہے بقایا کا جواب "اب" حاضر ہے:

اعتراض مولوی اسفندیار دیوبندی

اعتراض ۱: "سنی مسلمانوں کا اس قرآن پر ایمان ہے جس قرآن کی ۶۶۶۶ آیات ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جن کا اس قرآن پر ایمان نہ ہو اور قرآن کی آیتیں ۱۸ ہزار سے کچھ زیادہ مانتے ہوں اور ان کا یقین ہو کہ

امام غائب اس قرآن کو لیکر آئے گا اور یہ قرآن اصل نہیں ہے۔ جیسا کہ اصول کافی صـ۶۷۱ پر ہے اور فصل الخطاب صـ۳۳۶ پر ہے ممکن ہے کہ قرآن کے جلانے والے شیعہ خود ہوں کیونکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان ہی نہیں ہے۔"

(حلف نامہ محمد اسفندیار صـ۲)

الجواب:

ایک ہی سانس میں مولانا اسفندیار صاحب نے شیعوں پر کئی اتہامات جڑ دیے۔ (۱) ایک تو یہ کہ شیعوں کے قرآن کی ۱۸ ہزار آیتیں ہیں (۲) پھر یہ ہمارا (اسفندیار صاحب کا) دعویٰ ہے کہ شیعوں کا قرآن پر ایمان ہی نہیں ہے (۳) اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ جو مساجد اور امام باڑے" اور ان میں رکھے ہوتے قرآن" (جو میری اطلاع کے مطابق) اسفندیار دیوبندی وغیرہ کی کوشش، اشتعال انگیز تحریک کے نتیجہ میں ملک دشمن تخریبندوں نے جلائے وہ شیعوں کے ذمہ لگا دیے ہیں۔

جوابِ روایتِ اصولِ کافی

اوّلاً: جس روایت مندرجہ اصول کافی صـ۶۷۱ کا اسفندیار صاحب نے قول پیش کیا ہے اور اس کی ۱۸ ہزار آیتیں بتلائی ہیں۔ تیرے اصول کافی صـ۶۷۱ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ اس باب کی ستائیسویں روایت ہے جس کے بارے میں مراۃ العقول شرح کافی میں لکھا ہے: "السابع والعشرون مجهول"۔ اس باب کی ستائیسویں روایت مجہول ہے۔

(حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

مراۃ العقول جلد ۲ ص ۵۳۶ طبع قدیم

۲- دوسرے جس روایت کا ذکر کیا ہے کہ قرآن امامِ غائب لیکر آئیں گے اس کی سند میں ایک راوی محمد بن الحسین سعید الصائغ کوفی ہے۔ جس میں رجال نجاشی ص ۳۵۹ طبع ایران میں مرقوم ہے: محمد بن الحسین بن سعید الصائغ کوفی ابوجعفر ضعیفٌ جداً قیل انہ غالٍ۔ یعنی محمد بن الحسین ابوجعفر کوفی انتہائی ضعیف ہے۔ اور مزید یہ اس کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ غالی بھی ہے۔ پس یہ دونوں روایتیں درجۂ اعتبار سے ساقط ہوگئیں۔ (لہٰذا ان سے استدلال مبنی بر جہالت ہے)۔

"مولوی" اسفندیار صاحب! میں اپنا ایمان بالقرآن مولینا محمود سایا الخطیب کے حلف نامہ کے جواب میں قرآن وحدیث اور ائمہ طاہرینؑ کے ارشادات اور آپ کے سنی علماء کے اقوال سے ثابت کر چکا ہوں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

روایتِ ۱۸ ہزار آیات کا جواب

باقی رہی ۱۸ ہزار اور ۶۶۶۶ آیتوں کی بات اول تو آپ کی پیش کردہ روایت مجہول اور لائقِ احتجاج نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے مذہب کی مستند ترین کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں مرقوم ہے۔

اخرج الطبرانی: عن عمر بن الخطاب مرفوعاً القرآن الف الف حرف وسبعة عشرون الف حرف فمن قرأ محتسباً كان له بكل حرف زوجة من الحور العين۔

یعنی طبرانیؒ نے حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ قرآن مجید کے دس لاکھ ستائیس ہزار حروف تھے جس نے ایک حرف صابر ہو کر بامید ثواب پڑھا اس کیلئے ایک حور ہوگی حوران جنت "میں" سے۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو):

ملا اتقان فی علوم القرآن جلد اول صک طبع مصر

اور آپ کے علامہ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں کہ موجودہ قرآن کے تین لاکھ چالیس ہزار سات سو چالیس حروف ہیں۔ کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کی کتابوں کی رو سے بقایا چھ لاکھ چھیاسی ہزار دو سو ساٹھ حروف کہاں ہیں؟ ان تمام حروف کو ملا کر دیکھیے۔ سترہ ہزار آیات بنتی ہیں یا نہیں؟ اگر بنتی ہیں تو ہم پر اعتراض کیسا؟

اگر کہو کہ یہ حروف منسوخ "التلاوت" ہو گئے ہیں۔ میں بھی کہوں گا۔ وہ آیات بھی منسوخ تصور کر لیں جن کو ۶۶۶۶ ہزار سے زیادہ سمجھ رہے ہو۔ کیا خیال ہے؟

مزید راہبری کے لیے اسی تحریر کے گزشتہ اوراق ملاحظہ کر لیں۔

اب ذرا اپنی مشکوٰۃ شریف باب فضائل قرآن ص۱۹۳ بھی کھولکر قرآن جلانے والوں کو بھی دیکھیں کہ وہ کون ہیں:

وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃٍ او مصحفٍ

ان یحتمل۔ اور پہلے کے جو قرآنی مسودات تھے ان کو جلانے کا حکم دیا۔۔۔۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

بخاری "مترجم" مرزا حیرت دہلوی جلد ۲ صفحہ ۶۶۷

اب ذرا شرح نوری بر حاشیہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۳ پر یہ تحریر بھی ملاحظہ فرمادیں:

جواز احراق ورقة فیها ذکر اللہ تعالیٰ لمصلحۃ کما فعل عثمان والصحابۃ۔ کہ وہ اوراق جلانا جائز ہے جس میں اللہ کا ذکر ہو۔ جیسا کہ حضرت عثمان نے کیا اور ان کے پیروکار دیگر صحابہؓ نے۔

پھر یہیں پر بس نہیں۔ قرآن مجید کی بے ادبی کرنے والے اپنے جلیل القدر فقہاء سے بھی ملاقات کریں:

والذی رعف فلا یرقا دمہ فاراد ان یکتب بدمہ علی جبہتہ شیئاً من القرآن فقال ابوبکر الاسکاف یجوز۔ قیل لو کتب بالبول قال لو کان فیہ شفاء لاباس بہ قیل لو کتب علی جلد میتۃ قال ان کان فیہ شفاء جاز۔ یعنی جس شخص کے نکسیر پھوٹے اور خون نہ رکے۔ پس اس نے ارادہ کیا کہ اس کی پیشانی پر نکسیر کے خون سے لکھا جائے۔ تو ابوبکر اسکاف نے کہا جائز ہے۔ کہا گیا کہ اگر قرآن کو پیشاب سے لکھا جائے تو ابوبکرؒ نے کہا کہ اگر اس میں "امید" شفاء ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کہا گیا کہ اگر قرآن کو مردار کی کھال پر لکھا جائے۔ تو ابوبکر نے کہا اگر اس میں شفاء ہو تو جائز ہے۔

(حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):

فقہ حنفی کا فتاویٰ قاضی خاں جلد ۴ صـ۳۶۴ طبع نولکشور ہند

افسوس صد افسوس! اللہ تعالیٰ اپنی پاک کتاب کے حق میں فرماتا ہے:
لا یمسہ الا المطھرون یعنی قرآن خدائے قدوس کی طاہر و مطاہر کتاب ہے۔ اس کو ناپاک مت چھوئیے۔ ("مگر مفتیانِ بنی امیہ اور مولوی اسفندیار کے اکابر کس طرح قرآن مجید کی حرمت کو پائمال کرتے نظر آتے ہیں!"۔ ؎

نہ تم مشقِ ستم کرتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے رازِ سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

"اور" اپنے پانچویں خلیفۃ المسلمین کا قرآن کو تیروں پر چڑھانا۔ "الغخوری" سے اور ایک اور "اپنے" خلیفۂ اجماعی کا ادبِ قرآن ملاحظہ فرمائیں:

دشق المصحف بالسھام وفسق ولم یخف الاثام یعنی خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک نے قرآن کو تیروں سے چھلنی کیا۔ اور ایسا فاسق ہوا کہ اس نے اپنے جرائم میں کمی نہ کی۔ (حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں):
تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی صـ۱۹۳ طبع کراچی

کیوں مولینا اسفندیار صاحب! آپ نے دعویٰ سے کہدیا کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ فرمائیے! "جس شخص نے قرآن جلالیا "متعدد قرآن پاک" جلوائے۔ جس شخص نے قرآن پاک کو خون اور پیشاب سے "اور" مردار کی کھال پر لکھنے کا فتویٰ دیا۔ اور جس شخص نے قرآن پاک کو نوکِ سنان پر بلند کیا اور جس شخص نے قرآن کو تیروں سے چھلنی کر ڈالا

یہ تمام بزرگ آپ کے ہیں نا! تو پھر قرآن پاک کی "بے حرمتی" اور بے ادبی تمہارے اکابر نے کی اور ایمان بالقرآن جا تا رہا تشیعوں کا آخر کیوں؟

سنیئے صاحب! ہم غریب شیعوں کے نزدیک بے وضو قرآن پاک یا اس کے حروف کو چھونا حرام۔ ناپاک خون سے لکھنا حرام، نوک سنان پر چڑھانا حرام اور اس پاک کلام کا جلانا حرام اور اس میں کسی قسم کا شک کرنا حرام۔ ہم تو چلے گئے (بقول شما) منکرین قرآن سے کھاتے ہیں۔ اور جنہوں نے میری اطلاع کے مطابق نیو کراچی اور دیگر عبادت گاہوں میں قرآن جلائے اور عبادت گاہوں کو پامال کیا اور بے حرمتی کی مسلمانوں کے گھر لٹوائے اور پھر جلوائے۔ تقریباً ایک درجن مساجد و امام بارگاہوں کو نقصان پہنچایا اور گرایا اور مملکت خداداد پاکستان میں لاقانونیت کو رواج دیا۔ امن عامہ کی فضا کو مقدر کیا، کئی قیمتی جانیں تلف کرائیں، وہ ہیں ملک کے سچے اور پکے مسلمان" اور ایمان بالقرآن کے ٹھیکیدار اور داعی؟" ؎

"چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

ہم اپنی تجاویز اپنے مختصر حلف نامہ میں مرتب کر چکے ہیں اور مخالفین کی آراء سے متفق نہیں ہیں کیونکہ پاکستان شیعہ و سنی دونوں کا ملک ہے اور اس کو مستحکم رکھنا ہر پاکستانی کی قانونی، اخلاقی اور شرعی ذمہ داری ہے لیکن سواد اعظم اہل سنت ایران کے خلاف کیچڑ اچھال کر بلاوجہ اس عظیم اسلامی ملک اور "پاکستان" میں شکوک و شبہات کی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ سواد اعظم کے خلاف کافی مواد مثل عدالت میں مہیا کر دیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ سواد اعظم پاکستان میں ہنگامہ آرائی کی

فضا پیدا کرنے کے درپے ہے ورنہ شیعہ سنی تو عرصہ دراز سے برصغیر پاک و ہند میں امن و سکون سے باہم گزر اور بسر اوقات کر رہے تھے۔

یہ اچانک کیا ہوا کہ شیعوں کے گھر جلے۔ عبادت گاہیں نذر آتش ہوئیں، لاکھوں، کروڑوں کا نقصان ہوا۔ مدتوں سے مقیم شیعہ آبادی اپنے گھروں سے بے گھر ہوئی اور ابھی تک اپنے گھروں میں نہیں گئے ہیں۔ یہ آخر کیا ڈرامہ ہے جو ملک کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کھیلا جا رہا ہے۔ شیعہ ملک کے بہی خواہ ہیں۔ حلف گزار تہہ دل سے اس امر کا اعادہ کرتا ہے کہ وہ خود اور کوئی شیعہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کا تصور بھی نہیں کر پاتے۔

لیکن قرائن سے ظاہر ہے کہ سوادِ اعظم والے کسی دیگر یہودی لابی کے زیر اثر ملک کی فضا کو مکدر کر کے لاقانونیت کا عالم پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ سوادِ اعظم ہیں نہیں مگر جھوٹا لیبل لگا کر فتنہ پردازی کر رہے ہیں۔ اب شیعوں کو نشانہ بنایا ہے۔ پھر بریلویوں اور دوسرے فرقوں کو نشانہ بنائیں گے۔

میری تجویز ہے کہ نقصانات پورے کرنے کے لیے سنی آبادی پر مجموعی تاوان لگایا جائے اور کمی حکومت خود پوری کرے کیونکہ حکومت پر ہر شہری کے جان و مال "اور" عزت کی نگہداشت لازم ہے اور شر پسند خصوصاً سوادِ اعظم سے تاوان وصول کیا جائے تاکہ آئندہ عبرت ہو اور کوئی کسی کی املاک کو نقصان" پہنچانے کا عزم نہ کرے۔

میرے "اس" حلف نامہ کو اس "پہلے" حلف نامہ کا جوابی حصہ تصور کیا جاوے اور آئندہ اگر حلف گزار کی ضرورت کسی وضاحت کے لیے ہو تو پتہ حلف نامہ جات میں مرقوم ہے۔ میں حاضر ہو کر اپنے حلف ناموں کی تائید

وضاحت کردوں گا۔" انشاء اللہ العزیز۔"

میں کافی دنوں سے کراچی میں آکر مقیم ہوں کہ مجھ سے عدالت وضاحتیں طلب کرے یا فریقین کوئی استفسار کریں لیکن اب بصورت حلف نامہ جات اپنے مؤقف کی وضاحت منجانب مذہب امامیہ اثنا عشری کر رہا ہوں تاکہ یہ فاضل عدالت کے ریکارڈ میں محفوظ رہے اور فاضل عدالت مطالعہ فرما کر شیعہ مسلک کا نقطہ نظر ذہن نشین فرماتے۔ میں ان مختصر الفاظ کے ساتھ بخوفِ طوالت اپنے حلف نامہ کو ختم کرتا ہوں۔

جو کچھ اس حلف نامہ میں مرتب ہوا ہے میرے علم ویقین، مطالعہ، اطلاع، قانونی رہبری کے بموجب درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیعہ کے مسلمہ (اسلامی) فرقہ ہونے کی تائید میں فتویٰ "مفتی" جامع الازہر (کا) عربی، اردو بھی منسلک ہے۔

حلف گزار

تاج الدین حیدری

کراچی۔ ۲ر مئی سنہ ۱۹۸۳ء

دار التقريب بين المذاهب الإسلامية

مكتب شيخ الجامع الأزهر

بسم الله الرحمن الرحيم

نص الفتوى

التي أصدرها السيد صاحب الفضيلة الأستاذ الأكبر

الشيخ محمود شلتوت شيخ الجامع الأزهر

في شأن جواز التعبد بمذهب الشيعة الإمامية

قيل لفضيلته:

إن بعض الناس يرى أنه يجب على المسلم لكي تقع عباداته ومعاملاته على وجه صحيح أن يقلد أحد المذاهب الأربعة المعروفة وليس من بينها مذهب الشيعة الإمامية ولا الشيعة الزيدية، فهل توافقون فضيلتكم على هذا الرأي على إطلاقه فتمنعون تقليد مذهب الشيعة الإمامية الاثنا عشرية مثلاً.

فأجاب فضيلته:

١ - إن الإسلام لا يوجب على أحد من أتباعه اتباع مذهب معين بل نقول: إن لكل مسلم الحق في أن يقلد بادئ ذي بدء أي مذهب من المذاهب المنقولة نقلاً صحيحاً والمدونة أحكامها في كتبها الخاصة. ولمن قلد مذهباً من هذه المذاهب أن ينتقل إلى غيره - أي مذهب كان - ولا حرج عليه في شيء من ذلك.

٢ - إن مذهب الجعفرية المعروف بمذهب الشيعة الإمامية الاثنا عشرية مذهب يجوز التعبد به شرعاً كسائر مذاهب أهل السنة.

فينبغي للمسلمين أن يعرفوا ذلك، وأن يتخلصوا من العصبية بغير الحق لمذاهب معينة، فما كان دين الله وما كانت شريعته بتابعة لمذهب أو مقصورة على مذهب، فالكل مجتهدون مقبولون عند الله تعالى يجوز لمن ليس أهلاً للنظر والاجتهاد تقليدهم والعمل بما يقررونه في فقههم، ولا فرق في ذلك بين العبادات والمعاملات.

محمود شلتوت

\=== === ===

السيد صاحب السماحة العلامة الجليل الأستاذ محمد تقي القمي

السكرتير العام

لجماعة التقريب بين المذاهب الإسلامية

سلام الله عليكم ورحمته أما بعد فيسرني أن أبعث إلى سماحتكم بصورة موقع عليها بإمضائي من الفتوى التي أصدرتها في شأن جواز التعبد بمذهب الشيعة الإمامية، راجياً أن تحفظوها في سجلات دار التقريب بين المذاهب الإسلامية التي أسهمنا معكم في تأسيسها ووفقنا الله لتحقيق رسالتها.

والسلام عليكم ورحمة الله..

شيخ الجامع الأزهر

محمود شلتوت

صدرت الفتوى بتاريخ ١٧ ربيع الأول ١٣٧٨ (هـ) من القاهرة

فتوای تاریخی پیشوای اعظم (در ... مذهب شیعة)

ترجمہ

دفتر شیخ الجامعہ
جامعہ ازہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصل فتویٰ

جو جناب فضیلت مآب استاد اکبر جناب شیخ محمود شلتوت رئیس جامعۂ ازہر نے اس مسئلہ کے بارے میں صادر فرمایا کہ :

مذہب شیعہ امامیہ کے مطابق مذہبی فرائض کی بجاآوری صحیح ہے ؟!

فضیلت مآب سے سوال کیا گیا تھا کہ :

بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ : اگر کوئی مسلمان اپنی عبادتوں اور معاملات کو صحیح طریقے سے انجام دینا چاہتا ہے تو اُس پر واجب ہے کہ وہ چار مشہور فقہی مذاہب (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) کے مطابق عمل کرے ان چار مذہبوں میں (شیعہ اثناعشری شامل ہیں نہ زیدی شیعہ۔ تو کیا جناب والا بھی مذکورہ بالا رائے کی تائید کرتے ہوئے مذہب شیعہ اثناعشری کی پیروی کو صحیح و جائز نہیں سمجھتے۔؟؟؟

اس سوال کا موصوف نے جو جواب مرحمت فرمایا وہ یہ ہے:-

اسلام نے اپنے ماننے والوں پر کسی خاص فقہی مکتب فکر کی پابندی واجب قرار نہیں دی ہے بلکہ ہمارے نزدیک ہر مسلمان کو بنیادی طور پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی ایسے فقہی مکتب فکر کی پیروی کرے جو صحیح مدارک سے منقول ہو، اور جس کے احکام اس مکتب فکر کی مخصوص کتابوں میں موجود ہوں۔ اور اگر کوئی شخص پہلے کسی فقہ کا پابند تھا، تو بھی اُسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کرے اور کسی اور فقہ (کسی اور مذہب) کے مطابق زندگی گزارنا شروع کرے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور مذہب جعفری جو مذہب شیعہ امامیہ اثناعشری کے نام سے مشہور ہے شرعی لحاظ سے اس کے احکام کی پیروی کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح اہلسنت کے دوسرے مذاہب کی پیروی درست ہے۔

تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس حقیقت کو پہچانیں اور ناحق چند مخصوص فقہی مکاتب فکر کے لیے تعصب

سے عام نہ لیں، کیونکہ خدا کا دین و شریعت کسی ایک فقہ یا کسی ایک مکتب فکر کا تابع نہیں ہے۔ بلکہ ہر فقہ کے ماننے والوں نے اپنے طور پر دین کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، سب کی کوششیں بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں اور جو شخص بھی درجۂ اجتہاد و تحقیق تک نہیں پہونچا، اُسے اختیار ہے کہ کسی بھی فقیہ و مجتہد کی تقلید کرتے ہوئے اُس کے فتوے کے مطابق عمل کرے خواہ عبادات ہوں یا معاملات۔ اس مسئلے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دستخط ..... (محمود شلتوت)

۷۸۶
۱۳۱

عالی جناب معلی القاب علامہ جلیل الاستاذ محمد تقی القمی

معتمد عمومی

دار التقریب بین المذاہب الاسلامیہ

سلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

میرے لیے یہ بات باعث مسرت ہے کہ میں آپ کی خدمت بابرکت میں اپنے اس فتوے کا ایک دستخط شدہ اور مصدقہ نسخہ حاضر کر رہا ہوں، جو میں نے مذہب شیعہ اثنا عشری کے مطابق عمل کے جائز و صحیح ہونے کے بارے میں صادر کیا ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ اسے اپنے ادارے کی فائل میں محفوظ فرمالیں گے جس کا مشن یہ ہے کہ تمام مذاہبِ اسلامی کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے اور میں اس انجمن کی تاسیس و تشکیل میں آپ کا شریک و سہیم ہوں۔

خداوند عالم ہم سب کو توفیق دے کہ اس کے پیغام کو صحیح طور پر سمجھیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

دستخط .... (رئیس جامعہ ازھر)

رئیس جامعہ ازہر کے فتوی کی فوٹو بتاریخ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ قاہرہ میں لی گئی۔

نعتِ رسُولِ مقبولؐ

(گلہائے عقیدت از سیّد نذیر حسین شاہ کاظمی ایڈوکیٹ کراچی)

مُوجبِ تخلیقِ ہستی، ماسوَا اللہ بالیقین
زینتِ لوح و قلم، عرشِ معلّٰی کا نگیں

اسمِ احمدؐ کی تجلی سے ہوا روشن ضمیر
آدمی انسان بنا بہتر فرشتوں سے کہیں

درمیانِ حق و باطل، فرق یُوں ظاہر ہوا
ہو گئے جاہل عرب، اقوامِ عالم کے امیں

خاتم و یٰسین وطٰہٰ آپ کے القاب ہیں
آپ مصداقِ مزمّل والمدثّر بالیقیں

آپ ہی کو عظمتِ معراج کا تمغہ مِلا
انبیاء دستِ نگر ہیں اولیاء زیرِ نگیں

وجد میں جھومیں فرشتے خود خدا شیدا ہوا
محسنِ انسانیت ہیں رحمت للعالمین

آشکارا ہے سند سے آیۂ تطہیر کی
درخورِ حجت فرشتوں کا تقدس بھی نہیں

آپ سرخیلِ رسولاں ، سرگروہِ انبیاء
مرضِ عصیاں کا مداوا ہیں شفیع المذنبین

بوذر و سلمانِ فارس اور مقداد و بلال
پرتوِ خلقِ محمدؐ کا وقارِ دلنشیں

عرش ہے اتنا مرصع ، فرش یوں آراستہ
کس کی تشریف آوری ہے افتخارِ عالمیں

آرہا ہے خلقِ کل ، آنگن میں عبداللہ کے
آمنہ کی گود میں لولاک کا اترا نگیں

آپ کی مہر و عنایت ، آپ کا لطف و کرم
ورنہ من آنم کہ دانم ، بر سرِ ممبر چنیں